تعمیر حیات
لکھنؤ
پندرہ روزہ

لیکن بند دلوں کو کھولنا اس کا کام نہیں

مسلمانوں کو شکوک و شبہات اور الحاد و بے دینی سے بچانے کے لئے جو تدبیر ہمارے حکمائے متکلمین نے اختیار کی، وہ بھی اپنی جگہ پر ایک چیز ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ محض علوم زمانہ کے ذریعہ مسلمانانِ زمانہ کو زمانہ کی غلطیوں سے بچا کر یقین و اذعان کی منزل مقصود تک پہونچانے کی یہ تدبیر نہیں، متکلمین کے علاج سے یہ ہو سکتا ہے کہ بیماری کے کچھ عوارض زائل ہو جائیں، لیکن اس سے صحت کا درجہ کبھی حاصل نہیں ہو سکتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور جس زمانہ میں ہوا، روم و مصر و شام و ایران میں یہ فلسفیانہ علوم اور الٰہیات کے یہ شکوک و شبہات پورے موجود تھے لیکن اس کی اصلاح علم کلام کے ایجاد سے نہیں کی گئی بلکہ قوتِ ایمان اور حسنِ عمل کی زندہ مثالوں نے انکے شکوک و شبہات کے پردوں کو چاک کر دیا، تعلیم یافتگانِ نبوت جہاں پہونچے، سیدھی، سادی اور بے کج و پیچ خدائی منطق جو قرآن کی صورت میں تھی، اور اسوۂ رسول جس کے وہ خود نمونہ تھے، یہ دو چراغ ان کے ہاتھ میں تھے، جن کو لے کر وہ آگے بڑھتے گئے اور تاریکی کا پردہ چاک ہوتا گیا، صحابہؓ کے دور کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کا دور آیا، ان کے زمانہ میں ہذیل، علاف، نظام اور جاحظ وغیرہ متکلمین بھی تھے، مگر تاریخ بتا سکتی ہے کہ اسلام کی ہدایت کا سرچشمہ کس رُخ سے بہتا رہا اور دین و اخلاق کی خشک زمین کس سے سیراب ہوتی رہی: یہی صورت اس دور کے بعد بھی رہی،

شیخ الرئیس بو علی سینا اور حضرت ابو سعید ابو الخیرؒ ایک زمانہ میں تھے، مگر روحانی ہدایت کہاں سے ملی؟ اور حضرت ابو سعید کا حکیم مشرق بو علی سینا کو یہ فرمانا اب بھی صادق ہے "آنچہ تو می گوئی من می دانم و آنچہ می دانی من می بینم"۔ دوسرے ملکوں کو چھوڑئیے صرف اپنے ملک کو دیکھئے، یہاں خیالی اور شرح مواقف پر حاشیہ چڑھانے والوں نے کتنے دلوں کو منور کیا اور چشت و سہروردکے خانوادوں نے اپنے نور باطن سے لاکھوں قلوب کو روشن کر دیا،

بات یہ ہے کہ علم کلام صرف معترضوں کی زبان کو بند کرنا سکھاتا ہے لیکن بند دلوں کو کھولنا اس کا کام نہیں۔

مولانا سید سلیمان ندوی (حیات شبلی)

Regd No. LW/NP 56

Phone :- 22949
29747

TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

A few English works of Maulana Abul Hasan Ali Nadwi.

Islam and the World : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 210, price Rs. 18/-*

"ISLAM AND THE WORLD belongs to the small class of thoughtful and thought provoking books which inquires into the factors responsible for the rise and decline of Muslims, studies the impact of Islam on the world and intelligently discusses the role of Islam in the world of today and tomorrow. Maulana Nadwi's book provides a rational and historical refutation of the charge often made from several quarters that it is Islam which is responsible for the present backwardness of the Muslims."

ISLAMIC REVIEW
London, November-December, 1961

Western Civilization—Islam and Muslims : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 199, price Rs. 22/- :*

"This book is a whiff of fresh air in the midst of communal madness all round ...... It will be serving a great purpose if it can make the Muslim countries, especially the Indian Muslims to some furious thinking in order to extricate themselves from the malaise in which they have been pushed by their static policies and programmes."

THE HINDUSTAN TIMES
Delhi, December 21, 1969

Muslims in India : : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 155, price Rs. 7.00 :*

"After Hunter's MUSALMANS OF INDIA this book may be said to be most useful publication on the subject......

The author "gives a detailed exposition of the achievements of the Muslim scholars in our country and their contribution to the freedom struggle. He demonstrates clearly that in contributing to the classical literature of Arabic and Persian, the Indian Muslims have to their credit a unique achievement, unique in the annals of world literature. By emphasising this aspect the Maulana has given a fitting answer to those historians who consider the period of Islamic domination as a dark age in the history of this sub-continent."

THE STATESMAN
Delhi, December 22, 1963

Religion and Civilization : : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 120, price Rs. 8/-. :*

"This brief but incisive work comprises the lectures delivered some years ago at the Jamia Millia; Delhi, and deals with the essential questions of eschatology, cosmology and the resultant socio-ethical order. Like Sorokin, he classifies cultures into sensate and idealistic but unlike him develops his own formulation of the revelatory culture, articulated par excellence, in the Islamic faith and culture...... One gets from this book a broad and overall view of the socio-ethical order based on revealed guidance."

IMPACT INTERNATIONAL
London, May 16, 1971

Saviours of Islamic Spirit : : *Vol. I, by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 4.., price Rs. 28/- : Vol. II, Price Rs. 35.*

"Syed Abul Hasan Ali Nadwi has rendered a great service not only to Muslim readers but also to the non-Muslims by placing before them the saintly and devout lives of some of the most eminent men not only of Islam but of the world .... One wishes more books like this will come out so as to bring out those aspects of Islam which are not as well known as they ought to be."

NATIONAL HERALD
Lucknow and Delhi, 9th July, 19..

The Four Pillars of Islam *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 298, price Rs. 22/-:*

"The book deals with the four fundamental duties, *Salat*, *Saum*, *Zakat* and *Haj* and, along with these, their logical advantages and significance and similarities and differences with the modes of worship in other religious communities. It has, thus, at once become a treatise on jurisprudence, scholastic theology and religious teachings and principles."

SIDQ-I-JADID
July 26, 19..

The Musalman : : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 120, price Rs. 10/-.:*

"Designed to present a true picture of the Indian Muslims before the non-Muslims, the book succeeds in portraying their social customs and manners, religious observances and feasts and festivals without either magnifying or concealing any facet of their life. A book which ought to be translated in every Indian language."

SIDQ-I-JADID
Lucknow, July 21, 19..

Faith versus Materialism : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 114, price Rs. 10/-.*

"This is a commentary of *Surah Kahf* (The Cave) which occupies a unique place in the Quran ..... In delineating the hidden traits and characteristics of Dajjal the author has brought to light the trickery and swaggering deception of the present-day God-less materialistic civilization. Through his lucid exposition of the message contained in this chapter of the Quran, the author has shown how its teachings can be efficacious in achieving deliverance from these evils.

ISLAM AUR ASR JADID
Delhi, July, 19..

Qadianism : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Zafar Ishaq Ansari, M. A., pp. 152, price Rs. 13/-.:*

"A critical study of the Qadiani Movement in the light of historical research. The book has gone a long way in correcting many misconceptions and ... lending force to the Movement."

New Menace and its Answer : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, pp. 24, price Re. 1.50.*

Glory of Iqbal *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 228, price Rs. 18/-*

Nadwa Book Depot P.B. 93 Lucknow-7

لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

جلد نمبر ۱۴	۲۵ جولائی ۱۹۷۷ء ——— ۸ شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ	شمارہ نمبر ۱۸

زرِ اشتراک اندرون ہند مع محصول ڈاک:
سالانہ: ۱۲ روپے، ششماہی ساڑھے سات روپیہ
فی پرچہ: ۶۰ پیسے
بیرون ہند مع محصول ڈاک:
بحری ڈاک سے: ایک پاؤنڈ شلنگ
ہوائی ڈاک سے: امریکہ و کناڈا اور یورپین ممالک: ۳ پونڈ
افریقہ، مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید کے ممالک: ۲½ پونڈ
پاکستان: ۳۰ روپے
بنگلہ دیش: ۱۵ روپے

اسحٰق جلیس ندوی

روحانی بحران اور اس کا علاج

گذشتہ سال کمبھ میلے کے موقع پر روحانی سکون کی تلاش میں آنے والے غیر ملکی سیاحوں کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز تھی، ان دنوں ایک ایرانی شہزادے کی ہندوستان آمد، کمبھ میلے میں شرکت اور یہاں کے تیرتھ استھانوں اور رشیوں مہارشیوں سے ملاقات اور درشن کا ذکر بھی اخبارات میں آتا رہا، ان ایرانی شہزادے نے اپنے انٹرویو میں یوگا اور تپسیا کے ذریعہ روحانی سکون حاصل ہونے کی شہادت دی تھی۔

لبنان کے بائیں بازو کے مشہور دروزی رہنما کمال جنبلاط یوگا پر عامل، سبزی خور اور ہندو فلاسفی کے قائل تھے، وہ اپنے کو گاندھی جی کا روحانی چیلا کہتے رہے۔

ان کے قتل نے انہیں مہلت نہ دی ورنہ وہ امن و سکون کی تلاش میں ہندوستان کی تیرتھ گاہوں کے درشن اور جگت گرو اور مہارشی کے چرنوں کو چھونے کے لئے یہاں آنے کا پروگرام بنا چکے تھے،

رابطہ عالم اسلامی کے جلسے میں کویت کے نمائندے نے گذشتہ سال اس مسئلہ کو بڑی فکر و تشویش کے ساتھ اٹھایا تھا کہ کویت اور بعض عرب ممالک میں مہارشی کی "روحانی تحریک" اور یوگا کے مراکز کے قیام کا بڑا زور ہے ——— ادھر چند سالوں سے مغربی ممالک اور امریکہ میں بھی مہارشی کی "روحانی تحریک" کا بڑا شہرہ ہے، امریکہ اور یورپ کے شہروں میں ہرے راما ہرے کرشن کا بھجن گاتے ہوئے، گیروا لباس پہنے، مالائیں گلے میں ڈالے نوجوانوں کی بھجن ٹولیاں کوئی نئی بات نہیں رہی، جینوا میں مہارشی کی تحریک نے ایک یونیورسٹی بھی کھول رکھی ہے، اس تحریک کا دعوٰی ہے کہ اس کے روحانی مشورے پر عمل کرکے انسان سکون حاصل کرسکتا ہے اور دل و دماغ کی ژولیدگی اور پریشانی دور ہو جاتی ہے۔ اس تحریک سے مادیت سے کچلے ہوئے مغربی ممالک کے انسان کا متاثر ہونا تعجب خیز نہیں لیکن حیرت اور تشویش اس پر ہے کہ بعض مسلمان بھی اس سے دلچسپی لے رہے ہیں۔ رابطہ عالم اسلامی نے بھی اس سلسلہ میں اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے کہ کہیں یہ تحریک مسلمانوں کو ان کی اپنی روایات سے دور نہ لے جائے۔

مادہ پرست تہذیب کے علمبردار ممالک میں اس تحریک کا کامیاب ہونا قرین قیاس ہے، یورپ صنعتی ترقی اور مادی سربلندی کے بعد مشین کو معبود بنا بیٹھا، اس کا فطری ردِ عمل یہی ہونا تھا کہ وہ مادی مسرتوں کی منزل کو پانے کے بعد نئی منزل کی تلاش میں سرگرم سفر ہو۔ متواتر میٹھی چیزیں کھانے کے بعد مرچوں بھرے کباب کی جناب خواہش اسے کھینچے، مادی میدان میں ترقی کی سراج، چاند تک رسائی اور مریخ پر کمندیں ڈال کر اسے اپنی روح میں ایک خلا محسوس ہو رہا ہے اور اسی خلا کو پُر کرنے اور اپنی روح کی ویرانی دور کرنے کے لئے وہ مہارشی کے دروازے پر دستک دینے پر مجبور ہے، بدھ ازم اور ہندو ازم زندگی کی نفی اور باطن پر توجہ مرکوز کرنے کا نام ہے، یورپ زندگی کی تمام تر رعنائیوں اور جہانِ رنگ و بو سے اکتا کر ہندومت اور بدھ مت کے دامن میں پناہ ڈھونڈ رہا ہے، ایک انتہا سے دوسری انتہا تک پہونچنے کا یہ عمل ایک غیر متوازن سوسائٹی کی تشکیل کا سبب بنا۔ مقاصد و وسائل، روح و مادہ، دین و سیاست حتیٰ کہ عقیدۂ عبد و معبود کے درمیان عدم توازن اس کا قومی مزاج رہا ہے، حقیقت پسندی سے کام لے کر یورپ کے مفکرین اگر اسلام کا مطالعہ کرتے تو انہیں روحانی آسودگی زندگی کے اثبات کے ساتھ مل جاتی۔

زندگی کی نفی اور آتما کی شانتی کی یہ تحریک مسلمانوں میں بھی اس طبقہ کو متاثر کر رہی ہے جو معاشی خوشحالی میں نقطۂ عروج کو پہونچ چکا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ کہ اس تحریک نے جس دھرتی میں جنم لیا ہے اور اس تحریک کے بانی جس دیش کے باسی ہیں یعنی ہندوستان یہاں کے مسلمان ان تحریکوں اور ان کے داعیوں سے متاثر ہونا تو درکنار ان کے نام تک سے آشنا نہیں۔

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ پر ایمان رکھنے والی ملت کے افراد روحانی سکون اور قلبی اطمینان کے لئے کیا کسی غیر قرآنی نسخہ کو بھی کیمیا اثر یا موثر سمجھ سکتے ہیں۔؟ اگر ذکرِ الٰہی طمانیت قلب کے لئے الٰہی ضمانت ہے تو پھر اسے ترک کرکے کسی خود ساختہ عمل کے ذریعہ سکون کے حصول کے اسباب کیا کیا اس کے دو سبب ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر جس درجہ کا یقین ہمیں ہونا چاہئے وہ حاصل نہیں، یا شفاخانۂ نبوی کے نسخوں کے استعمال کا طریقہ اور بتلایا ہوا پرہیز ہم فراموش کر بیٹھے ہیں، نتیجہ یہ کہ یہ نسخے ...... ہمارے غلط استعمال اور بد پرہیزی کی وجہ سے بے اثر ہو گئے ہیں۔

ہمیں اپنا جائزہ لینا بھی ضروری ہے کہ کہیں ہمارا ذکر، ہماری نمازیں، ہماری عبادت، ہمارا دینی شعار پر عمل بے روح، بے کیف اور بے جان تو نہیں ہو گیا ہے۔ ہماری وہ خشوع و خضوع والی نماز جو فلاح کی ضمانت تھی، جو فحشاء اور منکر کے لئے ڈھال بن جاتی تھی، جس میں ہم مالک کائنات کو دیکھ لیتے تھے یا کم از کم اس یقین و تصور کے ساتھ اسے ادا کرتے تھے کہ مالک کائنات ہمیں دیکھ رہا ہے، وہ نماز جس کی لذت ہمیں ایسے محو کر دیتی تھی کہ ہمیں اپنے جسم کے زخم اور انکی تکلیف و درد کا احساس باقی نہیں رہتا تھا، ہماری وہ نمازیں جو نہ صرف ہمارے وجود کو روحانی سرور و سرمستی بخشتی تھی بلکہ غیر بھی جسے دیکھ کر متاثر ہوتے تھے اور اسلام قبول کرتے تھے ——— دنیا کے جس خطے، جس علاقے، جس شہر، جس بستی اور جس محلے میں ایسی نمازوں کے عملی نمونے مفقود ہیں وہاں اسلامی تعلیمات بے اثر ہو کر رہ گئی ہیں ——— جہاں رب سے بے تعلقی یا برائے نام رسمی اور ستوری تعلق رہ جائیگا، رسم اذان رہ جائیگی بلالی روح مفقود ہوگی تو نتیجہ وہی برآمد ہوگا جسے ہم دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے پاس وہ روحانی قدریں اور ایسی روحانی شخصیتیں ہیں جو انسانی دلوں کو پاکیزگی، گرمی، سوز، مسرت اور روشنی عطا کرسکتی ہیں، کاش! خود ان سے مستفید ہوتے اور دنیا کو ان سے روشناس کراتے ہمارے یہاں ایسے افراد اور تنظیمیں نہ ہوتیں جو احسان اور کیفیت کے حصول کے ذرائع کو "عجمی سازش" اور "رہبانیت" قرار دیتیں۔ اپنی بات کو شاعر کی زبان میں اس اقتباس پر ہم ختم کرتے ہیں، "شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات"۔

جہاں انسان مہارشی کے "یوگا" اور "تاملات" (MEDITATIONS) سے متاثر نظر آتا ہے وہاں اس نے صوفیاء کے مراقبہ تک بھی اپنی رسائی حاصل کرلی ہے، یہ مراقبہ ہی ہے جسے صوفیاء نے ہر جہان کا سرچشمہ قرار دیا ہے، صوفیاء کا یہ دعوٰی کہ اللہ کا ذکر انسانی دلوں کو لطیف جذبات اور نجی مسرتوں سے نوازتا ہے ان کے ذاتی تجربات پر مبنی ہے اسی تجربے نے جنید بغدادیؒ کی زبان سے کہلوایا تھا،

"اگر بادشاہِ وقت کو پتہ چل جائے کہ صبح دم مجھے نماز کس لطف و سرور سے نوازتی ہے تو وہ مجھ پر حملہ کر دے" لیکن افسوس یہی ذکرِ خدا اور مراقبہ آج ہماری نظر میں "عجمی سازش" بن گئے ہیں، اب کس سے کہیں کہ ہم نے ان سے قطع تعلق کر کے کیا کھویا ہے۔؟ واقعہ یہ ہے کہ جب مذہب سیاست بن جاتا ہے تو پھر وہ خدا کو ایسی سطح پر اتار لاتا ہے جہاں اس کا تصور انسانی دلوں کو گرمی نہیں دیتا، ہمیں اپنی روحانی اقدار کا از سرِ نو احیاء کرنا چاہئے ذکرِ خدا اور مراقبہ جیسی بلند روایات سے آج بھی ویران دل و دماغ کو آباد کیا جاسکتا ہے۔

تعلیم القرآن

مولانا محمد اویس ندوی مرحوم

عبادت

وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ (حج ۱۰) اور اپنے رب کو پوجو۔

خدا کے آگے اپنی عاجزی کا ظاہر کرنا اور اس کے حکموں کو بجا لانا عبادت ہے! آدمی کیسا ہی اچھے سے اچھا کام کرے لیکن اگر اس کا مقصد اپنی بندگی کو ظاہر کرنا اور خدا کی خوشنودی نہیں ہے تو وہ عبادت نہیں ہے!

اس سے معلوم ہوا کہ کسی اچھے کام کو عبادت میں داخل کرنے کے لئے پاک اور سچی نیت کا ہونا ضروری ہے، تم اگر اپنی شہرت کے لئے کسی کو لاکھوں روپیہ دے ڈالو، تو وہ عبادت نہیں ہے، لیکن خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے چند کوڑیاں بھی کسی کو دو، تو یہ بڑی عبادت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کام کا ثواب نیت پر ہے!

جس طرح عبادت کے لئے اچھی نیت کا ہونا ضروری ہے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہو۔ قرآن میں ہے:۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ تو اللہ کو اس طرح یاد کرو جیسے اس نے تمکو بتایا۔

اگر کوئی اچھے سے اچھا، اچھی سے اچھی نیت کے ساتھ کیا جائے لیکن وہ خدا اور رسول کے بتائے ہوئے طریقہ سے الگ ہے تو وہ عبادت نہیں ہے۔

صحابہ میں سے بعض لوگوں نے چاہا کہ سخت قسم کی عبادت کریں، حضورؐ نے ان کو روکا اور فرمایا کہ میں یہ شریعت لیکر نہیں آیا۔

نماز

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (روم ۴) اور نماز کو کھڑی کرو

اسلام کی عبادتوں میں نماز کا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے، جب تک مسلمان کے ہوش و حواس درست ہیں وہ نماز نہیں چھوڑ سکتا ہے، قرآن میں سو مرتبہ سے زائد اس کا حکم اور تعریف آئی ہے، نماز میں سستی اور کاہلی نفاق اور اس کا چھوڑ دینا کفر کی نشانی بتائی گئی ہے۔ قرآن میں ہے کہ جو نمازی اپنی نماز میں غفلت برتتے ہیں، ان پر پھٹکار ہو! کافروں سے پوچھا جائے گا کہ تم دوزخ میں کیوں ہو؟ وہ کہیں گے کہ ہم بے نمازی تھے!

نماز، آدمی کو بے حیائی سے روکتی ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو اپنی آنکھ کی ٹھنڈک کہا ہے! حضورؐ نے فرمایا کہ نماز دین کا کھمبا ہے، جس نے نماز پڑھی اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز چھوڑ دی اس نے دین کو ڈھا دیا۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو شہید کرنے کے لئے ان پر خنجر سے حملہ کیا گیا، اس رات کی صبح کو فجر کی نماز کے لئے جب ان کو جگایا گیا تو بولے ہاں جو شخص نماز چھوڑ دے اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے، آپ نے اسی حالت میں نماز پڑھی، حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کربلا کے میدان میں تھے۔ دوستوں اور عزیزوں کی لاشیں سامنے پڑی ہوئی تھیں دشمن چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ ظہر کا وقت آگیا، آپ نے دشمنوں سے کہا کہ وہ اتنا موقع دیں کہ میں ظہر کی نماز پڑھ سکوں،

ایک صحابی اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، باغ پھلوں سے لدا ہوا تھا، ان کی اس طرف نظر اٹھ گئی، دل ہٹ گیا، مگر جیسے ہی نماز کا خیال آیا تو دل میں شرمندہ ہوئے کہ دنیا کے مال نے ان کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے پاس گئے، اس وقت انہی کی خلافت تھی، ان سے کہا کہ یہ باغ جس نے مجھے آزمائش میں ڈال دیا ہے خدا کی راہ میں دیتا ہوں۔

مسلمانوں کو حکم ہے کہ خود نماز پڑھیں اپنے بیوی بچوں کو نماز پڑھنے کی تاکید کریں، دن اور رات میں پانچ وقت کی نماز فرض ہے! ان وقتوں کے نام یہ ہیں:۔ ظہر، عصر، مغرب، عشا، فجر، اکیلے، اور گھر ہی میں نماز پڑھنے کے بجائے مردوں کو مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کی نماز کی بہت تاکید کرتے تھے، فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جو لوگ جماعت میں نہیں آتے ہیں ان کے گھر کے چاروں طرف لکڑی جمع کر کے آگ لگا دوں!

عورتوں کو گھر ہی میں نماز پڑھنا اچھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سات برس کی عمر سے تم نماز شروع کرا دو، اگر یہ نہ ہو تو دس برس کی عمر سے تو ضرور ہی شروع کرا دو! ہر اچھی بُری عادت اسی زمانہ سے پڑنی شروع ہو جاتی ہے! اس لئے نیکی کی یہ سب سے بڑی عادت بھی اسی زمانہ سے ڈالنی چاہیے! تاکہ بڑے ہو کر یہ عادت پوری طرح جم جائے۔

اس کا خیال رکھو کہ نماز پورے سکون اور اطمینان سے پڑھو! جلدی نہ کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرتا ہے، صحابہ نے کہا، یا رسول اللہ! نماز کی چوری کیا ہے؟ فرمایا رکوع اور سجدہ اچھی طرح نہ کرنا اور خشوع نہ ہونا!

نماز میں ادھر اُدھر دیکھنا بھی نہ چاہیئے، حدیث میں ہے کہ جب بندہ نماز میں ادھر اُدھر دیکھتا ہے تو خدا فرماتا ہے، وہ کدھر دیکھتا ہے؟ کیا تیرے نزدیک مجھ سے بھی اچھی کوئی چیز ہے؟ تو میری طرف دیکھ! دوسری دفعہ بھی خدا یہی فرماتا ہے تیسری دفعہ جب پھر بندہ ادھر اُدھر دیکھنے لگتا ہے تو خدا اس کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیتا ہے۔

زکوٰۃ

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (بقرہ ۱۰) اور زکوٰۃ دیتے رہو۔

اللہ تعالیٰ نے جو مال دیا ہے، اگر وہ ضرورت سے زیادہ ہو تو سال میں ایک مرتبہ اس میں سے ایک خاص رقم کو، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔ زکوٰۃ دینے سے مال کم نہیں ہوتا ہے بلکہ پاک اور برکت والا ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدقہ لوگوں کا میل ہے، یعنی یہ ان کے دل کے تمام میل اور گندگی کو چھانٹ کر پاک اور صاف بنا دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی سونے، چاندی کی زکوٰۃ نہیں دیتا ہے، قیامت میں اس کے مال کی تختیاں بنا کر اس کی پیشانی اس کی پیٹھ اور پہلو کو داغ دیا جائے گا، مال کو سانپ بنا دیا جائے گا، وہ سانپ اس کو ڈستا رہے گا۔ جو لوگ جانوروں کی زکوٰۃ نہیں دیتے ہیں ان کے جانور قیامت میں ان کو کاٹتے اور روندتے ہوں گے۔

زکوٰۃ کے سوا جب بھی موقع ملے آدمی، صدقہ اور خیرات ضرور کرے، حضرت ابو مسعود انصاریؓ بازار میں مزدوری کرتے تھے اور جو کچھ ملتا تھا اس کو اللہ کی راہ میں صدقہ کرتے تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے حاکم تھے، پانچ ہزار دینار وظیفہ تھا، جب یہ رقم ملتی تو خیرات کر دیتے اور خود چٹائی بُن کر کھانے پینے کا سامان پیدا کرتے تھے۔

روزہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ مسلمانو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔

سال بھر میں ایک مہینہ رمضان آتا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ مسلمان اس مہینے میں روزہ رکھیں، روزہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ دن بھر نہ کچھ کھائیں، نہ پئیں، نہ زبان سے بُری بات بھی نکالیں، دوسری منع کی ہوئی چیزوں سے رکیں۔

اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ روزہ رکھنے سے پاکی پیدا ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ روزہ دوزخ سے بچاؤ کی چیز ہے! فرمایا:۔

صحابہ کو روزہ رکھنے کا اس قدر شوق تھا کہ جب معلوم ہوتا کہ گھر میں کھانے کی تکلیف ہے، تو کہتے کہ میں آج روزہ سے ہوں۔

صحابی عورتیں اس قدر روزہ رکھتی تھیں کہ ان کے شوہروں کو تکلیف ہوتی تھی۔ آخر حضورؐ نے حکم دیا کہ کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کو چاہیے کہ خراب باتوں سے بچے، اگر کوئی اس سے جھگڑا کرے یا گالی دے تو اس سے کہدے کہ میں روزہ سے ہوں، گالی کا جواب نہ دوں گا۔ روزہ دار کے منہ کی ہلکی بساند اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی اچھی ہے۔

ماہِ رمضان المبارک اور اس کی برکات

از: جناب مولانا محمد منظور نعمانی صاحب

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ

اس مبارک مہینہ کی سب سے بڑی اور اصولی فضیلت تو وہی ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں کیا گیا ہے یعنی یہ کہ اسی میں اللہ کا مقدس کلام اور آخری پیغام نازل ہوا، جس نے ہمیشہ کے لئے نجات کی راہ اور حق کے راستہ کو روشن کر دیا اور جس کے ذریعہ لوگوں پر سعادت کے دروازے کھول دیے گئے۔ "شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس و بینات من الهدیٰ والفرقان"

فی الحقیقت جس موسم اور جس مہینے میں اللہ پاک کا اتنا بڑا لطف و کرم اپنے بندوں پر ہوا ہو اس سے زیادہ معظم اور محترم مہینہ اور اور ہو بھی کون سکتا ہے۔ کسی عاشق مزاج سے پوچھئے کہ بتلاؤ کون دن اور کون زمانہ سب سے بہتر ہے وہ اگر جذباتِ عشق کا سچا سرمایہ دار ہوگا تو یہی کہے گا جس دن اور جس زمانہ میں محبوب کی نظر کرم میری طرف متوجہ ہو اور وہ مجھے مثلاً اپنی دید یا ہمکلامی کا شرف بخشے یا مقام قرب ہی سے نوازے۔

خوشا وقتے و خرم روزگارے
کہ یارے برخورد از وصل یارے

علیٰ ہذا اگر آپ اس سے یہ پوچھیں کہ بتلاؤ کون سی بستی اور کون سا شہر سب سے اچھا ہے؟ تو وہ یہی جواب دے گا کہ جہاں میرا محبوب بستا ہے عارف رومی نے کہا ہے

گفت معشوقے بعاشق کے فتا
تو بغربت دیدہ بس شہرہا
پس کدامے شہر زانہا خوشتر است
گفت آں شہرے کہ در وے دلبر است

بہرحال رمضان مبارک کا سب سے بڑا شرف یہی ہے کہ خدا کی رحمت کی آخری اور مکمل قسط نجات و فلاح کا دستور اور حیات ابدی کا قانون بن کر، قرآن کی شکل میں اسی مبارک مہینہ میں نازل کی گئی یعنی اسی ماہ مبارک میں اس کا نزول شروع ہوا۔ اب احادیث میں اس مہینہ کی جو اور برکتیں وارد ہوئی ہیں وہ سب درحقیقت اسی بنیاد پر مبنی ہیں، یعنی ان برکتوں اور فضیلتوں کے ساتھ اس مہینے کو اسی واسطے خاص کیا گیا ہے کہ یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے اور چونکہ قرآن کا نزول براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا، اور آپ ہی اس نعمت الٰہی کی پوری طرح قدر پہچاننے والے تھے اس لئے رمضان کی رحمتوں اور برکتوں کا احساس بھی آپ کو بے حد و حساب ہوتا تھا جس کا کچھ اندازہ آپ کے اس ارشاد سے کیا جا سکتا ہے کہ "اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری امت یہ تمنا کرے کہ سارا رمضان ہی ہو جائے"

(ترغیب و ترہیب بحوالہ ابن خزیمہ و بیہقی وابوالشیخ)

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک خطبہ دیا تو فرمایا:۔

"اے لوگو! تم پر ایک عظمت و برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے۔ اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس مہینہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں کی نماز (تراویح) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا ہے) جو شخص اس مہینہ میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا۔ اور اس مہینہ میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانہ کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے یہ ہمدردی و غمخواری کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں زیادتی کیجاتی ہے جس نے اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو اُس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کی برابر ثواب دیا جائے گا اور یہ محض خدا کی طرف سے فضل ہوگا۔ یہ نہیں کہ روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کاٹ کر اس افطار کرانے والے کو ثواب دیا جائے (بلکہ روزہ دار کو اپنے روزہ کا ثواب پورا پورا ملے گا) اس پر بعض حاضرین نے عرض کیا حضور! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غربا، اس ثواب عظیم سے محروم رہیں گے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اُس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی یا چھوارے کے ایک دانہ پر یا پانی کے ایک گھونٹ پر ہی کسی کو افطار کرادے (یعنی پیٹ بھر کھلانے پر یا کسی اچھی چیز سے روزہ افطار کرانے پر موقوف نہیں۔

(پھر سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا) اس مہینہ کا ابتدائی حصہ باعثِ رحمت اور دوسرا حصہ باعثِ مغفرت اور آخری حصہ نارِ جہنم سے آزادی کا سبب ہے جو شخص اپنے غلام و خادم سے اس مہینہ میں کام ہلکا لے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخشدیں گے اور اس کو جہنم کی آگ سے آزاد کر دیں گے۔ پس تم رمضان کے مہینہ میں چار کام زیادہ کیا کرو، دو وہ جن سے تم اپنے مالک کو راضی کر سکوگے اور دو وہ جن کی تم کو خود احتیاج ہے سو پہلے دو کام (جن سے اللہ کی رضا تم کو حاصل ہوگی) یہ ہیں کہ خدا کی وحدانیت کی شہادت دو اور اس سے اپنے گناہوں کی مغفرت و معافی طلب طلب کرو (یعنی کلمۂ توحید اور استغفار کی اس مہینہ میں کثرت رکھو) اور دوسری دو (جن کی تم کو ضرورت ہے) یہ ہیں کہ اس سے جنت کا سوال کرو اور دوزخ سے پناہ مانگو۔ اور جو شخص کسی روزہ دار کو اس مہینہ میں پانی پلائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض (کوثر) سے ایسا سیراب فرمائیں گے کہ پھر جنت میں داخل ہونے تک اس کو پیاس نہ لگے گی۔"

(صحیح ابن خزیمہ و بیہقی)

(ف) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطبۂ مبارکہ میں چند ایسے جز ہیں جن کیطرف ناظرین کو ہم خصوصی طور سے توجہ دلانا چاہتے ہیں اور بعض اجزا کسی قدر توضیح و تشریح کے بھی محتاج ہیں۔ اس واسطے ذیل کے چند کلمات حوالۂ قلم ہیں:۔

(۱) اس خطبہ میں حضورؐ نے ماہ رمضان کو "شہر عظیم" اور "شہر مبارک" (یعنی عظمتوں اور برکتوں والا مہینہ) فرمایا ہے اور اس کی ایک رات (شب قدر) کو ہزار مہینوں سے بہتر تبلایا ہے (اور یہ تو صراحۃً قرآن مجید میں بھی مذکور ہے) بہرحال حضورؐ کے یہ دونوں ارشاد سرسری طور پر سُن لینے یا پڑھ کر گزر جانے کے نہیں ہیں بلکہ ضرورت ہے کہ اہل ایمان حضور کے ان دونوں جملوں کی روشنی میں ماہ رمضان اور لیلۃ القدر کی عظمتوں اور برکتوں کا دھیان کریں۔ اور اس پر یقین کو دل میں بٹھائیں۔ رمضان اور شب قدر کی برکات اور اس کی رحمتوں سے بہرہ ور ہونے کے لئے یہ دھیان اور یہ یقین شرط اول ہے۔

(۲) علیٰ ہذا حضورؐ کا یہ ارشاد کہ اس ماہ مبارک میں نفل عبادات کا ثواب بھی اتنا کر دیا جاتا ہے جتنا کہ دوسرے دنوں کے فرضوں کے ثواب کے بقدر کر دیا جاتا ہے، ضرورت ہے کہ دھیان کے ساتھ اس چیز کا یقین بھی دل میں بٹھایا جائے۔ اور اللہ کے اس خصوصی کرم پر پورا بھروسہ کیا جائے کہ اس ماہ مبارک میں مثلاً دو رکعت نفل نماز پڑھنے کا ثواب دوسرے دنوں کے دو رکعت فرض کی برابر اور دو رکعت فرض نماز کا ثواب دوسرے دنوں کی ۱۴۰ فرض رکعات کے برابر وہ عطا فرمائیں گے ایسے ہی ذکر و تسبیح اور تلاوت قرآن وغیرہ عبادات کے متعلق سمجھنا چاہیے اور اسی پر مالی عبادات کو قیاس کرنا چاہیے مثلاً جو شخص اس ماہ مبارک میں دس روپے زکوٰۃ کے نکالیگا، یقین کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ثواب عطا فرمائیں گے جس قدر کہ دوسرے دنوں میں زکوٰۃ کے سات سو روپے نکالنے کا ہوتا ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی غریب کمزور کی کسی طرح مدد کرے گا، کسی مسکین، یتیم، لاوارث یا بیوہ پر اس مبارک مہینہ میں ترس کھائے گا اور اس کے ساتھ کوئی نیکی کرے گا تو اُس کو بھی اللہ تعالیٰ اس نیک سلوک کا دوسرے دنوں کے حساب سے ستر گنا زیادہ ثواب عطا فرمائینگے علیٰ ہذا دین کی خدمت کا کام، مثلاً تبلیغ اور لوگوں کو راہ خدا کی طرف لانے اور ان میں دین اور تقویٰ پھیلانے کی کوشش کرنے کا جتنا اجر و ثواب عام دنوں میں مقرر ہے یقین کرنا چاہیے کہ اس ماہ مبارک میں اتنی ہی کوشش اور اتنی ہی محنت و قربانی کا اجر و ثواب انشاء اللہ اس سے ستر گنا زیادہ ملے گا۔

از: جناب احمد سعید، ایم۔ اے

جرأت آموز مری تابِ سخن ہے مجھ کو

★

دبستانِ لکھنؤ کی ادبی و ثقافتی روایات مثلاً قوالیوں، مشاعروں، شامِ غزل اور شام افسانہ کی طرح لکھنؤ میں شیعہ سنی مقابلوں کی روایت بھی اب قبولیت عام حاصل کرتی جا رہی ہے، جس پابندی اور جوش و خروش کے ساتھ یہ سالانہ مقابلے وقوع پذیر ہوتے ہیں، اُن سے اب یہی اندازہ ہوتا ہے کہ لکھنؤ کی سابق دیرینہ روایت کی سحر انگیزیاں ان مقابلوں کی شر انگیزیوں کے سامنے ماند پڑتی جا رہی ہیں۔ جس طرح کبھی شام اودھ لکھنؤ کے مترادف خیال کی جاتی تھی اسی طرح لکھنؤ کے شیعہ سنی مقابلے لکھنوی تہذیب و کلچر کے ہم معنی تصور کئے جانے لگے ہیں۔

لکھنؤ کے سالانہ شیعہ سنی مقابلے ہمیں قدیم یونانیوں کے تفریحی مقابلے اولمپک کی یاد دلاتے ہیں۔ آج کی دنیا کو یہ مقابلے کچھ ایسے بھائے ہیں کہ ہر چار سال کے بعد اُن کا انعقاد دورِ جدید کی ثقافت کا ایک جز ابن گیا ہے۔ ہر چار سال کے بعد یہ مقابلے کسی نہ کسی ملک میں ہوتے ہیں، معمولی کشتی کے لے کر نیزہ بازی، گھونسے بازی اور تلوار بازی کے خوفناک مقابلے بھی ہوتے ہیں تاہم ان تفریحی مقابلوں میں ہار جیت کے ساتھ ساتھ فریقین کو ڈرا (Draw) کا بھی چانس دیا جاتا ہے اور کسی تلخی کے بجائے ان مقابلوں کا اختتام ایک دوستانہ تفریحی پروگرام پر ہوتا ہے لیکن شیعہ سنی مقابلوں میں فریقین کے مابین مقتولین کی تعداد پر ہار جیت کا چانس تو ضرور ملتا ہے لیکن ڈرا (Draw) کا چانس نہیں بلکہ ایک دوسرے کو ہرانے کے لئے بھرپور جانی و مالی قربانیاں دی جاتی ہیں اور املاک کو نقصان پہونچایا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس مقابلے کا اختتام پولیس کی لاٹھیوں، گالیوں، اور کرفیو کے پُر ہول نفاذ پر ہوتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے شام اودھ شبِ عاشور میں بدل جاتی ہے اور لکھنؤ،

"لکھنؤ ہم پر فدا ہم فدائے لکھنؤ"

کی خاموش تصویر بن جاتا ہے۔

جس طرح اولمپک کی تاریخ کے بارے میں ریڈیو کے پروگراموں، اخباری کالموں اور مقابلے کے امتحانوں میں طلبا سے سوالات کئے جاتے ہیں، اندیشہ ہے کہ کہیں حکومت کا تعلیمی شعبہ لکھنؤ میں ہونے والے سالانہ شیعہ سنی مقابلوں کی تاریخ کے بارے میں بھی سوالات نہ شروع کر دے۔ جب لکھنؤ کی تاریخی عمارتوں، ادب و شاعری پر سوالات ہو سکتے ہیں تو لکھنؤ کی اس نئی روایت پر بھی امتحانات میں سوالات آنا کوئی بعید نہیں بلکہ اولمپک کی تاریخ کی طرح ان کو بھی جنرل نالج کی کتابوں میں جگہ دینی چاہیے۔ ان مقابلوں کا نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو لیکن اس کا ایک تعلیمی رُخ بھی ہے کہ اب ہر شخص ان مقابلوں کی تاریخ جاننے کے لئے بے چین نظر آ رہا ہے یعنی کب، کہاں اور کیسے ان خونی مقابلوں کا آغاز ہوا۔؟

ہمارے گھر میں ایک ہندو ماسٹر صاحب بچوں کو پڑھانے آتے ہیں اور حسب دستور ان مقابلوں کے دوران شہر میں کرفیو لگا ہوا تھا شام اودھ خاموش تھی گلیاں سنسان، سڑکیں ویران پڑی ہوئی تھیں۔ ہر طرف پولیس کی لاٹھیوں اور گالیوں کی بے ہنگم آوازیں گونج رہی تھیں، ایسے پُر آشوب وقت میں ماسٹر صاحب ہانپتے کانپتے گھر میں داخل ہوئے۔ ماسٹر موصوف جو کہ کم عمر اور پھرتیلے تھے۔ اس وقت کرسی پر بیٹھ کر لمبی لمبی سانسیں لینے لگے۔ میں سمجھا کہ پولیس نے شاید ان کو دوڑایا ہے لہذا میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا، خیریت ماسٹر صاحب اس وقت کیسے؟ انہوں نے زبردستی اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھینچنے کی کوشش کی۔ قدرے فخریہ انداز میں بولے، "جی ہاں! بچوں کا امتحان نزدیک ہے اس لئے میں آ گیا اگرچہ آنے میں مجھے کافی "جھمت" ہوئی "پولیس نے کئی بار میرے پیچھے لاٹھیاں بجائیں اور بوٹ پٹخے۔ میں ان کی اس فرض شناسی سے بہت متاثر ہوا اور ابھی میں دریائے تاثر میں ہچکولے لے ہی رہا تھا کہ اچانک اُن کا مخصوص لب و لہجہ میرے کانوں سے دوبارہ آ ٹکرایا۔

"بھائی جان! سیا سنی جھگڑے کا "آکھر" کارن کیا ہے جب کہ دونوں مسلمان ہیں؟" جواباً میں نے پوچھا یہ جھگڑے کب ہوئے ہیں"، انہوں نے کہا "جیادہ تر" بارہ وفات میں" ماسٹر موصوف برابر میری طرف سوالیہ انداز میں دیکھے جا رہے تھے اسی دوران مجھے اپنی جنرل نالج کی کمزوری کا شدید احساس ہوا اور جواب دینے کے بجائے میں وہاں سے اُٹھ گیا کیونکہ ماسٹر صاحب نے میری ہی غیرت علمی کو بُری طرح للکارا تھا چنانچہ میں نے فوراً ہی تاریخ اسلام کی ورق گردانی شروع کر دی، اور جو کچھ پایا وہ نہایت حیرت انگیز اور قابلِ افسوس تھا یعنی یہ کہ شیعہ سنی مقابلوں کی تاریخ کا تعلق مذہب سے قطعاً نہیں ہے بلکہ پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند سال بعد اقتدار کے لئے سیاسی رسہ کشی کا نتیجہ ہیں اور اس کے بعد ہر دور میں اقتدار حاصل کرنے والوں نے اور اسلامی اتحاد میں پھوٹ ڈالنے والوں نے ان سیاسی اختلافات کو مذہبی رنگ دے کر ملت اسلامیہ کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی۔ آج ڈیڑھ ہزار سال گزرنے کے بعد بھی جبکہ آدمی زمین سے نکل کر اپنے علم و آگہی کے ذریعہ چاند اور دوسرے سیاروں کی سیر کر رہا ہے ہم نام نہاد شیعہ سنی مسلمان پرانے و فرسودہ متنازعہ فیہ مسائل کی بنا پر ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہیں جس سے ملت اسلامیہ کا اتحاد روز بروز کمزور ہوتا جا رہا ہے اور غیر مسلم بھی ہم کو بہ نظر تضحیک دیکھتے ہیں اور اب وہ بھی ان فسادات کی تہہ تک پہونچنے کی کوشش کر رہے ہیں جس کا علم ہونے کے بعد آپ خود فیصلہ کریں کہ ان کی نظروں میں ہمارا کیا وقار ہوگا۔ اپنے اغراض کی خاطر ہم تاریخ تو گڑھ سکتے ہیں لیکن اُن سیکڑوں تاریخوں کا کیا ہوگا جو اب بھی اُردو، فارسی، عربی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں حقائق بکھیر رہی ہیں۔ اسکولوں، کالجوں کے نصاب میں داخل ہیں اور لائبریریوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔

یہ مقام افسوس ہے کہ آج محرم، چہلم، بارہ وفات کے مہینے آتے ہیں۔ عوام میں خوف و ہراس پھیل جاتا ہے۔ مردوں، عورتوں بوڑھوں بچوں میں ایک ہی موضوع زیر بحث ہوتا ہے کہ کم سے کم ایک مہینے کا غلہ، آلو، نمک و خورد و نوش کی دوسری چیزیں منگوا کر رکھ لو اب کی شہر میں بڑی کشیدگی پائی جا رہی ہے اب کی مقابلہ بڑا سخت ہے، غیر مسلم یہ کہتے سُنے جاتے ہیں کہ شیعوں اور سنیوں کو عام آبادی سے دور الگ آباد کر دیا جائے خواہ وہ آپس میں لڑیں، مریں یا مکانات پھونکیں یا دوکانوں میں آگ لگائیں، غیر مسلموں کے معمولات زندگی پر اُس کا اثر نہ پڑے۔ اگر محرم، چہلم، بارہ وفات اسلام کے مقدس مہینے ہیں تو آخر ان کا یہ خونی و غیر مقدس عمل کیسا کہ ان کے آتے ہی عام آبادی میں خوف و ہراس پھیل جاتا ہے۔ امن و سکون کو برقرار رکھنے کے لئے حکومت کی انتظامیہ حرکت میں آ جاتی ہے۔ اسلام تو امن و آشتی کا علمبردار تھا اگر مذہب اسلام ایسا ہی ہے جیسا کہ محرم، چہلم، بارہ وفات میں نظر آتا ہے تو ایسے مذہب کو سات سلام۔

مذہبی جنون کو بالائے طاق رکھ دو علم و آگہی سے کام لو اور اس اسلام کو اپنانے کی کوشش کرو جس کا قرآن اعلان کرتا ہے پرانے و فرسودہ اختلافات کو بنیاد بنا کر سائنس اور ٹکنالوجی کے اس عقلی دور میں اپنی تخریب کارانہ ذہنیت سے مذہبی اقدار کا مضحکہ مت اڑاؤ۔ کیا ایک دوسرے کا خون بہا کر عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو پریشان کر کے مکانات کو آگ لگا کر تاریخی حقائق کو بدل سکتے ہیں۔ مستقبل کا مورخ آخر تم کو کس نام سے یاد کرے گا۔ یاد رکھو یہ قتل و خون و غارت گری اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ تم دونوں اپنے مذہبی جنون کو پس پشت ڈال کر باہمی سمجھوتے کے لئے پیشقدمی نہ کروگے پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد رونما ہونے والے حالات پر تنقید یا تنقیص اس زمانے کے عوام اور ماحول پر چھوڑ دینا زیادہ قرین عقل ہے۔ سیکڑوں برس پرانے واقعات کو اس بیسویں صدی میں بنیاد بنا کر انسانی خون سے ہولی کھیلنا اور معصوم بچوں، بوڑھوں کے خون سے اپنی حیوانی تشنگی کو بجھانا عقل سلیم کے منافی ہے۔ آج دورِ جدید میں اجتماعی حیثیت سے جو مسائل ہم کو درپیش ہیں وہ ہماری توجہ کے زیادہ مستحق ہیں بقول شاعر ؎

اپنے ماضی پہ نہ رو ول کہ حسن زندگی
تیرے ماضی میں نہیں ہے ترے مستقبل میں ہے

اسلام کا نصب العین اور قربانیوں کا جائزہ

کسی اعلیٰ نصب العین کے حصول کی خاطر جانی و مالی نقصانات سے بے پرواہ ہو کر سعی پیہم کرنے کو قربانی کہا جاتا ہے اسلام کا نصب العین خالق و مخلوق کے درمیان خلا کو پُر کرنا تھا اسی مقصد کے حصول کی خاطر اس نے عقیدۂ توحید، عقیدۂ رسالت و عقیدۂ آخرت کا اعلان کیا جن لوگوں نے ان عقائد کو فکری و عملی طور سے قبول کیا ان کو مسلمان کہا گیا مسلمانوں نے مخلوق کی حاکمیت سے انکار کر کے خدائے وحدہٗ لاشریک کو اپنا حاکم و خالق تسلیم کیا۔ علاوہ ازیں توہم پرستی اور شرک کے ظلم و جہالت سے نکال کر

(بقیہ صفحہ پر)

مکتوب امریکہ

مسلمان ہی اس کام کو انجام دے سکتا ہے

واشنگٹن ۲۶ جون ۱۹۷۶ء

برادر عزیز و مکرم مولوی الحق جلیس صاحب زید لطفہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ امید ہے کہ آپ مع تمام اہل تعلق بخیر ہونگے۔ الحمد للہ خال معظم اور ہم بخیر ہیں، ہم لوگوں کے سفر کی تفصیلات تو آپ کو ان خطوط کے ذریعہ ملتی رہی ہونگی جو مولانا معین اللہ صاحب واضح اور محمد میاں سلمہا کو ماموں جی مدظلہٗ یا ہم نے لکھے۔

ایم۔ ایس۔ اے والوں نے کانفرنس کے بعد تقریباً پورے امریکا کا ایک دورہ کرایا جگہ جگہ تقریریں ہوئیں اور مختلف شہروں کو دیکھنے اور مختلف لوگوں سے ملنے کا خوب اتفاق ہوا، امریکہ و کناڈا کے ۱۵-۱۶ مقامات دیکھنے کئی ہزار میل کا رقبہ طے ہوا، آج شہر واشنگٹن دیکھا بڑے شہروں میں یہی شہر رہ گیا تھا۔ واٹر گیٹ، وہائٹ ہاؤس، کانگریس کی بلڈنگ کیپٹل اور دیگر عمارتیں دیکھیں، کل یہاں کے مشہور اسلامک سنٹر میں ماموں جی مدظلہٗ کی تقریر تھی، ماموں جی مدظلہٗ نے قرآن مجید کی چند آیات کی روشنی میں فرمایا کہ امریکہ اس وقت تمدن اور طاقت کے بام عروج کو پہونچا ہوا ہے، قوموں اور ملکوں پر اثر انداز ہے اور نہ معلوم کتنے ملکوں کی ایسی مدد کرتا ہے کہ ان کی ضرورت اور حفاظت کا پورا سامان ہو جاتا ہے لیکن آج کوئی اس کا کوئی ممنون نہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ انسانی ہمدردی اور اس اخلاص سے عاری ہے جو آسمانی تعلیمات سے حاصل ہوتا ہے، اس کی سب امداد اپنے جاہ یا مادی نتائج و فوائد کے حصول کے لئے ہے اس لئے اس میں برکت نہیں اور انسانیت کو اس سے نفع نہیں، آج اس نے جو غیر معمولی ترقی کی ہے یہ ترقی خود اس کی تباہی کا ذریعہ بن سکتی ہے، اس کی تاریخ میں متعدد مثالیں ہیں، ناشکری پر عظمت و اقتدار پھر اوروں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جن کے متعلق خیال بھی نہ ہو، اس کی مثال مولانا نے ساسانی امپائر کے زوال اور عرب مسلمانوں کی طرف عظمت کی منتقلی سے دی۔

مولانا نے فرمایا کہ میں امریکہ کے صدر مقام اور وہائٹ ہاؤس کے پڑوس میں کھڑے ہو کر کہہ رہا ہوں کہ امریکہ کو آج نبوت کی دی ہوئی تعلیمات کی ضرورت ہے وہ اس سے مطلق محروم ہے، ہم وسائل زندگی اور زمین میں ودیعت کی ہوئی دولتوں سے فائدہ اٹھانے اور ان کو ترقی دینے کے خلاف نہیں لیکن اس سب کے ساتھ خدا کے لئے احسانمندی اور خدا کے سامنے اپنی محتاجیت کا احساس اور ان نعمتوں پر اس کے تشکر کے اضافہ کی ضرورت ہے۔ اور یہ سبق اس کو آج صرف مسلمان دے سکتے ہیں، عیسائیت کی جھولی میں بھی وہ سبق نہیں ہے جو اس موقع پر کام دے سکے۔ موجودہ عیسائیت حضرت عیسیٰ کی نہیں سینٹ پال کی عیسائیت ہے اور اصلاً عیسائیت وہ دین بھی نہیں جو زندگی کے دنیا و آخرت دونوں پہلوؤں کو ایک ساتھ اپنی فکر کا موضوع بنائے، یہ دراصل اسلام ہے جو ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ سکھاتا ہے، یورپ و امریکہ کے ان حوصلہ مند ملکوں کو اور یہاں کی قوموں کو اسلام کی ضرورت تھی، لیکن یہ ہماری کوتاہی ہے کہ ہم نے ان کو اس کا پیغام نہیں پہونچایا، اسی ملک میں کولمبس آیا پھر یورپ کی قومیں پہونچیں اور خود یورپ میں مسلمانوں کے اسپین تک پہونچ جانے کے بعد کس قدر موقع آسان تھا کہ وہ دعوت کے مقصد سے پورے یورپ میں پھیلتے، امریکہ آتے اور اس راہ میں اپنی ذمہ داری پوری کرتے، یورپ و امریکہ کی ان ترقیات و تمدن کو اگر خدا کی معرفت اور اس کی اطاعت حاصل ہوتی تو ان کا یہ تمدن دنیا کے لئے کس قدر مفید تھا، بہر حال آج بھی مسلمان اپنی سمجھ سکتا ہے اور دراصل مسلمان ہی اس کام کو انجام دے سکتا ہے۔

ماموں جی مدظلہٗ کی تقریر اچھی اور موثر رہی اور پسند کی گئی، اس سے قبل بھی مختلف شہروں میں جو تقریریں ہوئیں ان سب کا خلاصہ تقریباً یہی تھا کہ اس ملک میں مسلمانوں کی بڑی ذمہ داری ہے اور یہاں خدا فراموشی کا جو ماحول بنا ہوا ہے اس سے اپنی حفاظت اور اپنی آئندہ نسلوں کی حفاظت ان کا سب سے اولین فرض ہے اگر یہاں آئے ہوئے مسلمان اپنی ان ذمہ داریوں کو پورا کر سکتے ہوں تو بیشک ان کے لئے یہاں رہنے کا جواز ہے ورنہ اپنے دین اپنی صالح روایات کو خطرہ میں ڈالنے کا کوئی جواز نہیں خواہ اس کے لئے فقر و فاقہ کی زندگی قبول کرنا پڑے اور یہ دولت و راحت کی زندگی قربان کرنا پڑے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی ہجرتوں سے ہم کو یہ سبق پورا ملتا ہے —— تقریباً سب ہی تقریریں ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ محفوظ ہوگئی ہیں، یہ کچھ عربی میں ہیں کچھ اردو میں، ہر جگہ ان کا انگریزی میں ترجمہ کیا جاتا تھا، شرکاء جلسہ ہندوستانی، پاکستانی عرب اور امریکی مسلمان ہوتے تھے، ہر تقریر کے بعد سوالات و جوابات کا سلسلہ بھی ہوتا تھا —— اب کل انشاء اللہ نیو یارک جانا ہے خال معظم کا قصد غالباً آپریشن کرانے کا ہے، ڈاکٹر سے یکم جولائی کی تاریخ بھی طے ہوئی اللہ تعالیٰ سہولت پیدا کرے اور مفید بنائے، آمین۔ اگر آپریشن ہوا تو غالباً جولائی یہیں گذرے گا۔

امریکہ نے ٹکنالوجی میں جو ترقی کی ہے اس کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ امریکہ اس وقت سب سے بڑھا ہوا ہے دولت کے جو خزانے خدا تعالیٰ نے اس ملک کے لئے کھول دئے ہیں وہ دنیا کے کسی حصہ کو حاصل نہیں، یہاں کے لوگ بھی ان کے استعمال میں ساری دنیا سے بڑھے ہوئے ہیں، مشین سے آدمی کا کام لینے کی مثال قائم کر دینا چاہتے ہیں آٹومیٹک اور کمپیوٹر سسٹم زندگی کے بیشمار پہلوؤں میں داخل ہو گیا ہے، بیشمار کام بٹن دبا کر انجام دے لیتے ہیں، ایک اندازہ کے مطابق معلوم ہوا کہ دنیا کی ۶۰ فیصد پیداوار تنہا امریکہ کے استعمال میں ہے باقی میں ساری دنیا ہے، اگر امریکہ کے لوگ اشیاء کے استعمال میں کچھ کفایت شعاری اختیار کرلیں تو دنیا میں ان اشیاء کی قلت ختم ہو جائے، معلوم ہوا کہ تنہا نیو یارک کارپوریشن کا بجٹ سارے ہندوستان کے بجٹ کے مساوی ہے یعنی ایک کھرب روپے سے زیادہ۔ اندرون ملک موٹروں کا استعمال ہمارے یہاں سائیکلوں کے استعمال سے کچھ زیادہ ہے، ہوائی جہاز کا استعمال ہمارے یہاں بسوں کے استعمال سے زیادہ ہے، کاغذ کا استعمال ناقابل تصور حد تک بڑھا ہوا ہے، یہاں روزنامے اتنا کاغذ استعمال کرتے ہیں کہ وہ اگر کمی کر دیں تو دوسرے ملکوں کی کاغذ کی قلت ختم ہو جائے، نیو یارک ٹائمز، واشنگٹن پوسٹ دیکھا کہ روزانہ ۶۰-۷۰ صفحے کے اور سنیچر اتوار کو ڈیڑھ ڈیڑھ سو ڈھائی ڈھائی سو صفحے کے ہوتے ہیں، ان کا اکثر حصہ بے پڑھے کوڑے دان میں ڈال دیا جاتا ہے، ریڈیو ۲۴ گھنٹے اور ٹیلی ویژن ۲۴ گھنٹے روزانہ چلتا ہے، امریکی زندگی بالکل ہوٹل کی زندگی ہے یا ایک دوکان کی کہ اپنے ممکن وقت کو کمانے اور کام کرنے پر صرف کرتا ہے اور جو وقت بچے راحت و لطف کی نذر کرتا ہے گھروں کی رہائش جدید اعلیٰ درجہ کے ہوٹلوں کی سی ہے، کمانے میں بھی انہماک اور لطف و راحت کے حصول میں بھی انہماک۔ مشرقی ملکوں سے آنے والے بھی اسی نظام زندگی کو اپنانے پر بڑی حد تک مجبور پاتے ہیں، ان کے یہاں بھی یہی باتیں خواہ سکنڈ بینڈ معیار پر ہوں پائی جاتی ہیں، یہاں رونق، نظم و ضبط، ترقی و معیار بہت ہے لیکن اندر سے سب کھوکھلا اور بے کیفی پاتے ہیں، اسی لئے عیش کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے جاتے ہیں، علم سے فائدہ اٹھانے اور وسائل زندگی کو ترقی دینے میں بھی مثال قائم کر دی ہے اور یہ چیز ہمارے مشرقی ملکوں کے سیکھنے کی ہے۔ سب اہل تعلق کو سلام کہئے۔ والسلام

محمد رابع حسنی ندوی

بقیہ صفحہ ۵

جرأت آموز سری

اس عقیدے نے پہلی بار آدمی کو خود شناسی اور خود اعتمادی کے ماحول میں آنے کی دعوت دی۔ خدا شناسی خود شناسی اور خود اعتمادی ابنائے آدم کی وہ اعلیٰ خصوصیات ہیں جن کی بدولت خدا نے ان کو دنیا میں اپنی نیابت کا اعزاز عطا کیا ہے اہل فکر و دانش جانتے ہیں کہ خود شناسی کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وہ خود اعتمادی ہے جس کا نتیجہ آج ہم سائنس کے محیر العقول کارناموں کی شکل میں دیکھ رہے ہیں قرآن نے متعدد بار انسان کو کائنات کے نشیب و فراز پر تجسس آمیز نگاہ ڈالنے کی دعوت دی۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے انسان کو پہلی بار آزادیٔ فکر کی طرف مائل کیا ہے، تاہم ایسی فکر سے منع بھی فرمایا ہے جس سے مخلوق خالق سے جدا ہو جائے اور انسانیت کے تحفظ کو خطرہ لاحق ہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں جب عرب کے چند لوگوں نے اس عقیدے کو فکراً و عملاً قبول کیا تو ان پر انسانیت سوز مظالم کئے گئے تاکہ وہ اپنے اس عقیدے سے منحرف ہو جائیں۔ اعلان نبوت کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبعین پر جو مظالم کئے گئے تھے ان کا سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے اور ڈیڑھ ہزار سال کے مختصر عرصے میں مسلمانوں نے اپنے نصب العین کے تحفظ کی خاطر ہر دور میں جن قربانیوں، مصائب و آلام کو برداشت کرنے کی مثال قائم کر دی ہے اس کی نظیر دوسری قوموں کی تاریخ نہیں ملتی ہے۔

لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ مسلمانوں کی تاریخ قربانیوں کی ایک تاریخ ہے، غم اور خوشی آنسوؤں اور مسکراہٹوں کے درمیان پروان چڑھنے والی اس تاریخ کا ہر واقعہ اپنی جگہ پر ایک سبق آموز داستان ہے جس میں باد نسیم کے لطیف جھونکے بھی ہیں اور ہوائے تیز و تند کے تھپیڑے بھی جن پر بے ساختہ آنکھوں سے اشک رواں ہو جاتے ہیں خواہ وہ اصحاب رسول اللہ پر اسلام کی خاطر انسانیت سوز مظالم کا دور ہو یا شہادت حمزہؓ وغیرہ ہو یا شہادت عثمانؓ یا علیؓ ہو یا شہادت حسنؓ یا حسینؓ ہو خواہ وہ زوال بغداد ہو یا ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا خاتمہ یا ۱۹۴۷ء آریوں اور سکھوں کے درمیان ہندوستان کی آزادی اور علیحدہ اس کے بعد پاکستان کا قیام ہو یا مشرقی و مغربی میں مصائب و آلام کا ایک لامتناہی سلسلہ ہو یا بنگلہ دیش کا خونی انقلاب ہو۔ اخیر میں خادم حرمین، شاہ فیصل کا دردناک قتل۔

نورانی کمبل پوش

از:- جناب عبد الکریم صاحب پاریکھ (ناگپور)

★

اللہ کے تمام نبی ایک تسلسل کے ساتھ دعوت توحید کی طلائی زنجیر کی کڑیاں ہیں۔ ان سب میں امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ایک مخصوص مقام رکھتے ہیں۔ باوجود بشر اور بنی آدم سے ہونے کے وہ تمام انسانوں میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ بلکہ ملائکہ اور تمام مخلوق پر بھی آپ کو مقام علیا حاصل ہے، الہام و کشف، وحی کا دریچہ انہیں پر آخری بار کھل کر ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا۔ نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن مجید میراث عالم میں علم و فن، عمل صالح، یقین صحیح کا ایک ندرت و غرابت سے بھرپور تحفۂ ربانی ہے، جو تمام انسانوں کو آج حاصل ہے۔ شرط یہ ہے کہ ہم اس خیمۂ مصطفوی میں قیام پذیر ہو جائیں۔ اور خاتم نبوت پر ایمان لائیں جہاں مسلسل وحی الٰہی کی بارش ہوتی ہے۔

انسانیت کا احتساب کرنے والا، شر کو گرانے والا، خیر کو اٹھانے والا، ستم ظریف تاجرین کو زیر زمین کرنے والا، غربار کے لئے فیض عام کے دروازے کھولنے والا، اخلاق میں نکھار پیدا کرنے والا، مغرور امیروں کا سر نیچا کرنے والا، بھیڑیوں اور کتوں کی یلغار سے انسانیت کو نجات دلانے والا، ساحل کے تماشائیوں کو دکھیوں کی مدد کے لئے ابھارنے والا، عیار و مکار مذہبیت کو جو انسانی صبر و سکون کو تار تار کر چکی تھی خاموش لاش بنا کر بے عزت کر دینے والا، ہدایت کے ساکن آفتاب کو متحرک کرنیوالا، حرمت و حلت کی سرحدوں کا تعین کرنے والا، بغیر اللہ کے ڈر اور خوف، حفاظت و نگرانی، دوستی و دشمنی سے بے نیاز، بے باک و نڈر قادر الکلام، خطیب اعظم، فرشتوں کی قبا اور حور کے آنچل سے بھی زیادہ نورانی کمبل پوش سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ہم میں کا ہر ایک بلکہ پوری انسانیت مبارکباد کی مستحق ہے کہ ایک رہبر اعظم اور سچے قائد کا حصول ممکن ہوا۔

یا ایها الناس قد جاءکم الرسول بالحق من ربکم فآمنوا خیراً لکم وان تکفروا فان للہ ما فی السموٰت والارض وکان اللہ علیماً حکیماً۔

(اے انسانو! بلا شبہ تمہارے پاس یہ رسول برحق تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے، پس اس پر ایمان لاؤ اس میں خیر ہے اگر نہ مانوگے تو خوب جان لو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے (تمہارا تو کچھ بھی نہیں) اور اللہ بڑا علم والا اور دانشمند ہے)۔

اس آیت کریمہ میں کئی اہم باتیں بتائی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ رسول برحق خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ از خود اعلان نبوت نہیں کر دیا۔ بلکہ جب اللہ نے اس منصب پر آپ کا تقرر فرمایا تو تب ہی حضور علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا:۔

فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ۔ (۱۰- یونس- ۱۶)

(اس کے قبل بھی میں عمر کا ایک حصہ تم میں بسر کر چکا ہوں)۔

لیکن نبوت، رسالت، کتاب وغیرہ کا تذکرہ بھی میں نے نہیں کیا اب کیا اچانک کوئی فیصلہ کر کے یہ کام میں نے شروع کیا ہے؟ نہیں بلکہ خداوند عالم کے حکم کے تحت مجھے یہ وظیفہ انجام دینا ہی پڑے گا۔ میں تو الہامی چراغ کے روشن ہوتے ہی ڈر کر کمبل اوڑھ کر سو گیا تھا لیکن مجھے

یا ایها المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطهر والرجز فاهجر ولا تمنن تستکثر ولربک فاصبر۔ (۷۴- المدثر- ۱ تا ۷)

(اے کمبل اوڑھ کر سونے والے کھڑے ہو جاؤ۔ اپنے رب کی پاکی بیان کرو۔ اپنے کپڑوں کو پاک رکھو، گندگی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ زیادہ طلب کرنے کو کسی پر احسان مت کرو اور اپنے رب کی راہ میں صبر سے جم جاؤ)۔

کا حکم سنا کر کھڑا کیا گیا۔ اب تم کو چار و ناچار میری بات بہر حال ماننی ہے چاہے زندگی میں مانو چاہے مرنے کے بعد جبری طور پر مانوگے۔ لیکن ماننے بغیر چارہ نہیں اگر نہ مانوگے تو سمجھ لوکہ اس کائنات میں اوپر آسمان اور نیچے زمین جس کے نیچے اوپر تمہارا بسیرا ہے یہ تمہاری ملکیت نہیں بلکہ اللہ کی ہے شیطان کی ناقص ترغیبات نے آج تمہیں روند ڈالا ہے۔ آج تم ابلیس کے محکوم ہو کر لیلیٰ دنیا کی زلفوں کے اسیر ہو اور مجنوں کی آنت کا فضلہ بنے ہو، لیکن کل تمہارا قصہ پارینہ ہوگا، تمہاری زندگی کا چراغ اچانک بجھ جائے گا، تمہارے جسم کا سانچہ ٹوٹ جائیگا۔ اور اپنے حال سے سبق لینے کی بھی تم کو مہلت نہیں ہوگی اور موت کا تیر ٹھیک نشانے پر لگ چکا ہوگا۔ تمہارا یہ جسم بھی تمہارا ساتھ چھوڑ دے گا۔ تب تمہاری آنکھ کھلی کی کھلی رہ جائے گی کہ واقعی زمین و آسمان کی کسی چیز حتیٰ کہ اپنے جسم کے اعضا پر بھی ہمیں حق ملکیت حاصل نہیں تھا۔

لقد کنت فی غفلۃ من هذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید۔ (۵۰- ق- ۲۲)

(تو ان سب باتوں سے غافل تھا، پس ہم نے آج تیرا پردہ ہٹا دیا، آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے)۔

کسی گذرے ہوئے ماضی سے تم نے عبرت حاصل کی ہوتی۔ اپنی اس تیز رفتار اور ختم ہونے والی زندگی کی حقیقت کو جانا ہوتا، جو ریت کی دیوار کی طرح پھسل جانیوالی ثابت ہوتی تو نبی پر ایمان لانا تم ضروری سمجھتے اور اس کی دعوت کا انکار تم کبھی نہ کرتے۔ حق کو پیش کرنے والا تمہاری تربیت کے لئے آیا کاش اس سے فائدہ اٹھایا ہوتا۔

اے انسانو!

یا ایها الناس (اے انسانو) کتنا پیارا خطاب ہے۔ طبقاتی کشمکش میں جکڑے ہوئے لا علاج مریض بوجھوں سے ٹکرا کر چور چور ہو جانے والے نادان معتقد اہل حق سے دشمنی کرنے والے ابلیس لعین کے پجاری، جو مذہب کا نام، غریب عوام کے ویران مکان میں اعتقاد کا نام لیکر نقب زنی کرتے رہیں۔ جن کا علم ان کی بے عملی کی وجہ سے نحوست کا سبب بنا، جو ہمیشہ اہل علم و عمل صالح سے مزین لوگوں کے دشمن بنے رہے، جو ہر روز نئے نئے معبود ڈھالتے رہے حتیٰ کہ انسان کے پوشیدہ اعضاء کی بھی پرستش کر کے جنہوں نے مشرکین کے لئے ہجوم عیش اور اہل حق کے غم و اندوہ کے دہانے کھول دئے، عیار و مکار مذہبی پیشوا جنہوں نے حق پرستوں پر سنگین حملے کئے سادہ عوام کو جھانسہ دے کر بے بس کر دیا۔ جو تاریخ کے لاحاصل تذکروں سے اپنی شرمناک شکست چھپاتے رہے، جو سادہ دل اعتقاد والوں کو مانند کنیز اپنے گھر کی لونڈی بنائے ہوئے تھے، جو شرک پر رو کھا پھیکا، مرچ اور جھوٹا، بودا اور کمزور استدلال کرتے تھے، اور پیچ دار باتوں کا تار عنکبوت عوام کے اندگرد تانے ہوئے تھے۔ جو مذہب کے نام پر میوزک، گانے بجانے اور ناچ رنگ کے پجاری اور ٹھیکہ دار بنے تھے . . . . .

. . . . . جو شیطان کی پرانی بساط اور اجڑی ہوئی سلطنت کی بقاء کا ذریعہ بنے ہوئے تھے جو آئین عدالت کا ڈھونگ رچا کر بادشاہی کیا کرتے تھے۔ خوب اور ناخوب کو اپنی پسند اور ناپسند طے کرتے تھے۔ جو قدیم تصورات کے حسن و قبح کو جانے بوجھے بغیر ان پرانے معیاروں کو جو جاہلیت کی پیداوار تھے قائم رکھنا چاہتے تھے۔ جو اپنی غلاظت آلود زندگی کو باطل ارمانوں کی بھیڑ میں بھول چکے تھے کہ یہ تعفن سے انسانیت کی ناک خراب کر دے گی۔ جو وحشی جانوروں کی طرح بے سہارا انسانوں پر ٹوٹ پڑتے تھے ان میں کچھ بے عمل شاعر بھی تھے جو پست اور گھٹیا مضامین کی اپنی شاعری میں مذہب کے نام پر لوگوں کو جکڑ رہے تھے۔ جو بوس، وصل، دلبر سے خطاب، عتاب لب، محبوب کا تصور، زلفیں، چہرہ اور چال ڈھال، معشوق کے دوپٹہ، قیس کا نام لے کر دنیا میں تربت پرستی، وہم پرستی، بت پرستی بلکہ نفس پرستی پھیلا رہے تھے۔

حق کی للکار:

ایسے تمام لوگوں کو نبی نے للکارا پھٹکارا۔ بس کیا تھا اللہ کے نبی کی ادا ان تمام اخبث النفس زہریلے سانپوں کی بھٹی لگی، جو چھونے میں نرم تھی مگر ان کے پیٹ میں تم قاتل تھا۔ اللہ کے نبی نے سب کے جبڑے توڑ دیے اور ان کی ناک میں نکیل ڈالی۔ شب تار سے انہیں روشنی تمام میں لائے۔ مفقود الخبر حق پرستوں کو شہرت عام عطا کی۔ شر مغرور کو کمینوں کے ملبے سے نجات دی۔ ایمان قوی اور عمل صحیح سے جماعت حقہ کو وجود میں لائے، کور ذہنوں کو دوربینی عطا کی۔ جدت طرازی میں غرق لوگوں کو تازہ حکمت سے نوازا، گویا انسانیت

یعنی زمین کے اوپر کی مختصر زندگی کے مقابل دارالقرار کی تفصیل بتائی۔ زور اور جبر کے مقابل حسین اور کھرے استدلال کا حسین دباؤ انسانیت پر ڈالا۔ اللہ کے کرم بے حساب سے عام لوگوں کو متعارف کرایا۔ لوائے محمدی کے سایہ تلے ہر ایک کو سکھ چین نصیب ہوا۔

سبحان اللہ! اس بادیہ نشین کا مذہب عالم میں پھیلنے لگا۔ نعمت نبوت اور نزول کلام ربانی کو کسی مخصوص نسل، رنگ اور علاقہ کے ہالہ سے نکال کر میراث انسانیت بنا دیا۔ شخصیت پرستی کی تمام تصاویر مٹادی گئیں۔ عملی لوگوں کا گروہ وجود میں لایا گیا۔ صحرا نشین اُمیّوں کو فطرت کا رمز آشنا بنا دیا جو کلام کرتے تھے، معانی مفصل بتاتے تھے، عمل خوب کرتے تھے، جو لکھنے بیٹھے تو صدیاں بیتنے پر بھی ان کی تحریر کا نکھار اب تک بے نور نہیں ہوا۔

سخاوت اور رحمدلی کی مذمت کرنے کرنے والے شکم سیر کمینے اور بھوکے شریف تو شاید آج بھی اس نعمت نبوت کی ناقدری کرنے کی جرأت کر بیٹھیں مگر خوب سن لیں کہ ان کے سائے سکڑے ہوئے ہیں اور ایسے لوگ خدائی غضب کی مار میں گھر گئے ہیں جو معرفت سے کورے ہیں۔ لیکن یہ بھی دریائے حیرت میں غرق ہیں کہ ممتاز جاہلیت کی مٹی پلید ہو گئی ہے، بے علم عالم بن گئے بے دار گھر بار والے ہو گئے، کوڑھ مغز لوگ لطیف مزاج والے حقیقی علما بن گئے۔

گدائے بوریہ نشین تخت سلیمانی پر مسند بچھانے لگے۔ علم کے ساکن تالابوں میں ہلچل ہونے لگی۔ بنی آدم پر الہام اترا، علم حقیقی کا نزول ہوا اور یہ کلام ربانی میں قرآن مجید جس کسی کا جزو حیات بنا اس کی سطوت زمین و آسمان پر قائم ہو گئی۔ آدمی شناسا بن گیا خود کو پہچان گیا۔ چراغ مفلس زیتون پڑ گیا۔ صف شکن ضابطے کے پابند بن گئے۔ جن کی نیت صاف نہیں تھی وہ ایماندار بن گئے۔ پھیکا وعظ کہہ کہہ کر فیس وصول کرنے والے بنائے فساد کو مضبوط کرنے والے حق گوئی میں یکتا ہو گئے۔ اور حق کی گرج دھمک سے خود اپنی قائم کی ہوئی باطل بنیادوں کو توڑ پھوڑ ڈالا۔ جامد حق پرست متحرک سیارہ نور بن گئے ـــــ اصحابی کالنجوم کی تفصیل سامنے آگئی۔ جن کا قد چھوٹا تھا وہ عالم میں دراز قد مشہور ہو گئے یہ تمام تر تغیر و انقلاب اسی ایک سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جسے ہم رسول برحق محمد رسول اللہ کہتے ہیں۔ اللھم صلی علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

پس اس سراج ایمانی کے آجانے پر توحید کی آواز اور للکار سے شرک زیر زمین

ہو گیا۔ چاند کے ہالہ پہ تھوکنے والے یا اس کی پوجا کرنے والے سب بے بس ہو گئے۔ چمنستان وحدانیت میں بہار آگئی۔ اللہ کی کتاب کھلے اوراق میں دکھنے لگی۔ گلہ بان محراب میں عبادت گذار ہو گئے۔ اور وقت پڑنے پر میدان جہاد میں موج بلاخیز کے مقابل اپنی زندگی کے نقش و نگار کو بکھیرنے نکل آئے ـــــ شیطان کا گھمنڈ مٹی میں مل گیا۔ باطل کو چور چور کیا۔ حق غالب آیا۔ پھر انسانیت اپنے صحیح مقام پر آبیٹھی۔ علم کے دفتر کھلے لطف و مروت، حسین وعظ، دلکش استدلال، حقیقی منطق سے اللہ کی بادشاہی کا تذکرہ ہونے لگا۔ منبر و محراب اللہ کی حمد و ثنا سے گونج اٹھے۔ حکمت ربانی کے اسرار کے موتی خطبوں میں بکھیرے گئے۔ کائنات کے راز برملا فاش کئے گئے۔ حکایات و شکایات کے دفتر بند ہوئے۔ بے کیف و مبالغہ آمیز باتیں ختم کر دی گئیں۔ کتاب و سنت علم حقیقی کا پیغام لے کر دلوں میں جگہ پانے لگے ـــــ علم حق نے انسان کو بتا دیا کہ تو اول نطفہ تھا اور بعد میں مردار ہو گا، پھر جان پڑے گی جی اٹھے گا اور خدا کی عدالت میں تیرا فیصلہ ہو گا۔ جہاں ابدالآباد کے لئے شریف مومن عزت پائیں گے مشرک کمینے ذلیل و خوار ہوں گے۔ انہیں خوب خوب شرم دامن گیر ہو گی مگر وقت نکل چکا ہو گا۔

آج کھرا سونا اور جھوٹے زیورات کا فرق کھل گیا، داعی حق نبی برحق محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم صداقت کا معیار لیکر تشریف لائے۔ تلاش حق میں انسانیت کو آسانی ہو گئی، علم اور علماء کے جوہر کھلے۔ مردان بلاخیز کے جوہر بھی بے نقاب ہوئے۔ انسانیت نہال ہو گئی۔ باطل کی زبان گنگ ہوئی۔ حق ضرب المثل ہوا۔ ضابطے اور قانون کے دائرے میں تمام انسان آزاد ہو گئے، بے دلیل دعوے بے قیمت قرار پائے۔ بے نوا فقیر خوشحال ہوئے، ایمان کی فوقیت قائم ہو گئی۔ اور دعوت توحید ملکوں ملکوں میں پھیل گئی۔ وہ غریب جن کی جان کے لالے تھے خوش حال ہو گئے، سرمایہ دار زکوٰۃ دیکر اور بھی معزز بن گئے۔ حالات کے تازیانوں سے جو یتیم خستہ حال تھے محفوظ و مامون ہو گئے۔ بے سہارا لوگ لقمۂ اجل تھے شرک کی نفسیات ہر جگہ بھوت کے ڈیرے لگائے تھی۔ ابلیس کے لشکر گلی گلی دھوم کرتے تھے پس مظلوموں کو سہارا ملا۔ اور ظالم دھر لیے گئے۔ اور ایسے جکڑے گئے کہ شاید پھر باعزت بری ہونا مشکل ہو گیا۔ جھوٹی رسومات کا چکر بند کرا دیا گیا۔

(بقیہ صفحہ ۹ پر)

عالم اسلام

ڈاکٹر حسین الذھبی کی قاتل جماعت

حبیب اللہ ندوی

"التکفیر والہجرۃ" ـــــ کیا ہے؟

پچھلے دنوں مصر کی التکفیر والھجرۃ نام کی ایک انتہا پسند پارٹی نے سابق وزیر اوقاف ڈاکٹر محمد حسین ذہبی کا اغوا کرلیا۔ اس پارٹی کا مطالبہ یہ تھا کہ اسکے ساٹھ افراد کو رہا کیا جائے جو مصر کی مختلف جیلوں میں ہیں اور انہیں دولاکھ ڈالر دیا جائے۔ جب مصری حکومت نے ان کے مطالبات کو مسترد کر دیا تو پارٹی نے ڈاکٹر ذہبی کو قتل کر دیا ــــ جیسا کہ مصری وزارت داخلہ کا دعویٰ ہے کہ مصری سول اور خفیہ پولیس نے دن رات کی تگ و دو کے بعد آخر اس پارٹی کے سرغنہ اور مراکز کا پتہ چلا ہی لیا اور ۱۹۷۲ء سے چلنے والی سرگرمی ۸ جولائی ۱۹۷۷ء کو تکمیل تک پہونچ گئی۔ پارٹی کے دوسرے افراد کی گرفتاری اور دوسرے مراکز پر قبضہ کے علاوہ پارٹی کے لیڈر احمد مصطفیٰ شکری کو جو کہ مصطفیٰ طٰہٰ کے لقب سے مشہور ہے۔ اس کے پندرہ ساتھیوں اور بیوی بچہ سمیت پارٹی کے تین فلیٹ پر مشتمل ایک خفیہ اڈہ پر گرفتار کرلیا گیا جب پولیس اسکے پاس پہونچی تو پہلے تو اس نے پولیس کو غلط راہ پر ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن جب وہ پہچانا گیا تو چیختے ہوئے کہا ہاں میں ہی مصطفیٰ طٰہٰ ہوں اور میں نے ہی ڈاکٹر ذہبی کو اغوا اور قتل کرایا ہے، اڈہ کی تلاشی میں بہت سے اہم ثبوت اور دستاویز ہاتھ آئے ہیں جس سے پارٹی کے عقائد، نظریات اور منصوبے کا پتہ چلتا ہے۔ گرفتاری کے وقت مصطفیٰ شکری، کالا حلہ پہنے ننگے سر اور داڑھی بڑھائے ہوئے تھا۔

التکفیر والھجرۃ کیا ہے؟ ہندوستانی پریس نے عام طور پر اس پارٹی کو ایک "مسلم انتہا پسند پارٹی" کے لفظ سے ذکر کیا ہے۔ حالانکہ اب تک کی موصول شدہ اطلاعات سے ان کے جن عقائد و نظریات اور سرگرمیوں پر روشنی پڑتی ہے ان سے یہ پس نظریہ پارٹی "خارجیوں" کی ایک شاخ "فرقۂ باطنیہ" میں سے ہے۔ یہ جماعت بھی فرقہ ضالہ میں سے ہے اور فاسد و تباہ کن عقائد رکھتی ہے۔ اس کو بڑی طاقتوں کی پشت پناہی حاصل ہے۔ غائرانہ طور پر دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ انتہا پسندوں کی یہ جماعت باطنی نظریات کی حامی، قبطیوں اور صیہونیوں کی آلۂ کار ہے جسکا مقصد مسلمانوں میں گمراہ عقائد پھیلا کر دین سے دور کرنا، شعائر اسلام سے انگوٹھا اور تخریبی عمل کے ذریعہ دہشت پھیلانا ہے۔

ان کے افکار و عقائد جو ظاہر ہو سکے ہیں وہ یہ ہیں :-

(۱) پوری دنیا پر خدا کی حکومت (خلافت) ہونی چاہئے۔

(۲) جب تک دنیا میں خلافت نہ ہو، شعائر اسلام اور جہاد نہ صرف یہ کہ ضروری نہیں بلکہ باطل عمل اور موجب گناہ ہیں۔ اوامر و نواہی کا نفاذ خلیفہ کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔

(۳) جو لوگ اس نظریہ کو نہیں مانتے وہ سب کافر و بے دین ہیں اور موجب قتل ہیں۔ کم سے کم اس کے مستحق ہیں کہ ان سے قطع تعلق کر لیا جائے۔

(۴) مسلمانوں کے ذریعہ چلنے والے سارے اصلاحی کام، تعلیمی نظام، اور سیاسی و سماجی پروگرام فسق و فجور ہیں۔ چنانچہ اس فاسد نظریہ کی بنیاد پر پارٹی نے بہت سے طلباء و طالبات کو تعلیم سے الگ کر دیا۔

احمد مصطفیٰ شکری کا اقرار: گرفتاری سے پہلے اس انتہا پسند پارٹی کے سیاہ پوش لیڈر احمد مصطفیٰ شکری نے جن باتوں کا اقرار کیا تھا وہ یہ کہ :-

(۱) جماعت التکفیر والھجرۃ کا امیر میں ہی ہوں۔

(۲) میں خدا کی زمین پر خدا کا خلیفہ (نائب) ہوں۔

(۳) دنیا میں اوامر و نواہی کا نفاذ صرف خلیفہ کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔

(۴) صرف ہم ہی خدا کے مومن بندے اور اس کے لشکر ہیں۔

(۵) ہم ہی اسلام کو دوبارہ نافذ کرنے اور زندہ کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

(۶) ہمارا فیصلہ تلوار ہی سے ہو سکتا ہے۔ یعنی طاقت کا استعمال ضروری ہے۔

اس نے مزید اقرار کیا کہ ڈاکٹر ذہبی کے اغوا اور قتل کا منصوبہ میں نے خود بنایا ہے اور یہ کہ ہم نے دو لاکھ ڈالر کا مطالبہ کیا تھا تاکہ اس سلسلے میں ہوئے صرفہ کو پورا کریں۔ اور اپنے تخریبی عمل جاری رکھنے کے علاوہ، مقدمات میں وکیلوں کی فیس ادا کریں اور اپنی پارٹی کے ان ممبروں کی مدد کر سکیں جو تعلیم یا نوکریاں چھوڑ کر پارٹی میں شامل ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر حسین ذھبی کا قصور: ڈاکٹر حسین ذہبی کا قصور یہ ہے کہ اغوا سے چند دن پہلے انہوں نے اس گمراہ انتہا پسند جماعت کے تباہ کن عزائم اور فاسد عقائد سے مسلمانوں کو متنبہ کیا تھا اور کہا تھا کہ اس جماعت اور اسکے تخریبی سرگرمیوں و خیالات کا ختم کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ جس پیغام اور دعوت کو لیکر اٹھی ہے وہ سراسر گمراہ، فاسد اور تباہ کن ہیں۔ ڈاکٹر ذہبی نے کہا اس جماعت کے پس پشت کوئی بڑی طاقت ہے جو سرگرم عمل ہے۔

ڈاکٹر محمد حسین الذہبی مرحوم ندوۃ العلماء کے ۸۵ سالہ اجلاس میں شرکت کیلئے مصری وفد کیساتھ لکھنؤ تشریف لائے تھے مرحوم نے اجلاس کی موقر تعلیمی نمائش کا افتتاح کیا تھا اور اپنے علم و اخلاق کے اچھے نقوش چھوڑ گئے تھے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے دامن رحمت میں جگہ دے۔

سید بابر حسین (فضیلت دوم)

مسیحیت اور اُس کے خدوخال

مسیحیت کی تاریخ انقلابات، تغیرات، نت نئے رجحانات، عملی اور علمی تبدیلیوں کی جہاں ایک مضحکہ خیز کہانی ہے وہیں یہ تاریخ عبرتناک، دلدوز اور المناک ہے۔

کہا جاتا ہے کہ مسیحیت کا وجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود سے ہوا، لیکن جہاں یہ حقیقت تاریخ کے خلاف ہے وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کی تائید بھی اس کو حاصل نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسولوں میں ایک رسول تھے، اور بنی اسرائیلی پیغمبروں میں آخری پیغمبر ان کے پیغام اور گذشتہ انبیاء کے پیغام میں کوئی منافات، تضاد اور اختلاف نہ تھا۔

پھر یہ کیا ہوا؟ حقائق کو کس طرح مسخ کیا گیا؟ تاریخ کے ساتھ کیا کھیل کھیلا گیا؟ دین میں نئے نظریات، افلاطونی فلسفہ، رومی افکار، اور مدرسہ اسکندریہ کے خیالات کس نے داخل کیے۔ یہ ایک سوال ہے جس سے مسیحی علماء تاویلات، تشریحات، اور بیجا تفسیروں کے ذریعہ عہدہ برآ ہونا چاہتے ہیں، لیکن کچھ دوسرے محقق مسیحی علماء اسی کلیسا سے اٹھتے ہیں اور پادریان کلیسا کی مبہم و پراسرار الھیات کا پردہ چاک کرتے ہیں، اور انہیں للکار کر تاریخی حقائق کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تاریخ کو نہ جھٹلاؤ۔

یہ ایک واقعہ ہے کہ جو مسیحیت آج ہمارے سامنے ہے، اس کا پہلا خاکہ سینٹ پولس نے اور اس کا آخری نقشہ قسطنطین اعظم نے ۳۲۵ء میں ہونے والی نیقیہ کی کونسل میں تیار کیا۔

انجیل برنابا جو سب سے زیادہ قدیم سب سے زیادہ معتبر اور اسی بنا پر غلط اور خود ساختہ عقائد و افکار پر نالاں ہے اسے پاپائے اعظم پوپ گلاسیس نے ۴۹۲ء میں ممنوع قرار دیدیا یہ اسی برنابا کی انجیل تھی جس نے لوقا کے بیان کے مطابق کھیت بیچ کر اس کی قیمت رسولوں کے قدموں کے نیچے رکھدی تھی۔ اسی نے لوقا کا رسولوں کے شاگردوں سے تعارف کرایا، اور جس نے پولس کی راہنمائی کی، مرقس جس کا شاگرد تھا اور بھانجہ بھی تھا، اس کی انجیل کا ایک قدیم نسخہ جب آسٹریلیا کے ایک شاہی کتب خانہ سے برآمد ہوا، تو مسیحی پوپوں، پادریوں اور لشپوں نے تاریخ کی تحریف کر کے یہ ناجائز کوشش کی کہ برنابا کی لکھنے کا گناہ کسی مسلمان کے سر تھوپا جائے اور پھر اس تحریف پر دور از کار شواہد و دلائل پیش کئے گئے۔

یقیناً مسیح علیہ السلام کی شخصیت از ابتدا تا انتہا معجزات کا پیکر رہی، ان کو دار و رسن تک لیجانے کا واقعہ یقیناً انوکھا اور کچھ پُر اسرار واقعہ ہے، لیکن حیرت اس پر ہے کہ فلسفہ و حکمت کے مرکز سے اوہام و خرافات پرستی، تخیلات اور غیر معقول باتوں پر اطمینان کیونکر وجود میں آیا۔ پولس نے اوّلا الوہیت مسیح کے عقیدہ کا اظہار کیا، لیکن مسیح کی شخصیت پر مسلسل فلسفیانہ رنگ چڑھتا رہا جس میں فلسفہ صرف توجیہ کرتا تھا، اور جذبات تخیل کے ستون تیار کرتے تھے۔

۳۲۵ء میں نیقیہ کی کونسل منعقد ہوئی، حقیقت یہ ہے کہ مسیحیت کی تاریخ میں اور مسیحیت کو ایک نیا رُخ دینے میں اس نے فیصلہ کن پارٹ ادا کیا، اقانیم ثلاثہ کا عقیدہ یہیں تیار کیا گیا، الوہیت کا ڈھنڈورا یہیں پیٹا گیا، عقائد کو نئی شکل یہیں دی گئی، عقل پر قدغن یہیں لگائی گئی، اور یہاں سے مسیحیت اور نصرانیت نے اپنے حقیقی معنیٰ میں جنم لیا۔

ایک طرف فرقوں، طبقوں، اور مختلف شہروں کے مسیحی علماء میں عقائد کے اندر اختلافات کا وہ دنگل قائم تھا جسکی بنا پر آئے دن کونسلیں منعقد کی جاتی تھیں، اور دین کو "ارباب من دون اللہ" اپنے ہاتھ سے بناتے اور بگاڑتے تھے، دوسری طرف ۱۰۰ء سے ۳۲۵ء تک مظلوم مسیحیت پر مظالم کے سخت دور بھی آتے رہے، جس کی بنا پر مسیح علیہ السلام سے لیکر آج تک کبھی مسیحیت میں تسلسل اور ٹھہراؤ نہ رہا، نت نئے تغیرات کا ہر چند روز بعد ظہور ہوا کرتا تھا۔

دوسری طرف مورخین کے نزدیک اناجیل اربعہ، انجیل متی، انجیل یوحنا، انجیل مرقس، انجیل لوقا، جن پر مسیحیت کی بنیاد استوار کی گئی، تاریخی استناد سے یکسر عاری ہیں، علماء مسیحیین بھی ان اناجیل میں پائے جانے والے تضاد، اختلاف اور ٹکراؤ کو دیکھ کر کبھی کبھی کہہ گئے، کہ ان کے انتساب کی صداقت مشکوک ہے، اور پھر جب کلیسائی پنجہ نے اخیر اخیر صدیوں میں عوام کو جکڑا، اور اوہام و خرافات کی حکمرانی شروع ہوئی، تو کچھ حق کے متلاشی پھرے، اور باغی ہو گئے انہیں میں ایک لوتھر بھی تھا، جس نے کھل کر کلیسا کی مخالفت کی اور اسی مخالفت کے نتیجہ میں پروٹسٹنٹ فرقہ کا وجود ہوا، جس نے آزادی دی اور کلیسا کی موٹی دیواروں کو توڑ دیا۔

یہ ایک حقیقت بن چکی تھی کہ مسیحیت تاریخی حقائق کی روشنی میں محض ایک افسانہ اور ایک کہنہ دین کی یادگار سے آگے کچھ نہیں، اس لئے محقق مسیحی علماء مسلمان بھی ہوئے، خلاف اثر نظمی نو قائم ہونے لگے۔

"مسیحیت سے میری مراد وہ ہے جو حضرت مسیح کی تعلیمات اور ان کی تصریحات پر مبنی ہے نہ کہ وہ جو ان کے کلام اور سیرت میں بعد کے اضافے اور تاویلیں ہیں۔"

فرانسیسی مصور "موسیو ایتین ڈینیہ" نے ۱۹۲۷ء میں اپنے اسلام کا اعلان کیا، وہ کہتے ہیں:-

"وہ انجیل جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی اور ان کی قوم کی زبان میں بھیجا تھا اس کے بارے میں کوئی شبہ نہیں اور وہ ضائع اور گم شدہ چیز ہے اور اب اس کا کوئی اثر نشان بھی نہیں رہ گیا ہے۔"

بقیہ صفحہ ۸ : نورانی کمبل پوش

رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے قبل حق پرستی اور سچائی شاید کسی کیمرے کی تصویر تھی اور صداقت شاید کسی میوزیم میں تھی لیکن اب تو وہ بازار کھیت اور جھگیاں میں آبیٹھی اور انسانیت کو حیات بخش پیغام صدق دینے لگی۔ وہ مختلف گھرانے جو کسوں سے ناواقف تھے انہیں باہم ایک دوسرے کے قریب لایا گیا۔ اور بنی آدم کے دل زمزم سے دھوئے گئے ـــــ زندگی کے جو مرکز تھے انہیں بے کینہ بے کپٹ بنا کر محبت اور آشتی کا مرکز بنا کر وہاں سے خدا پرستی انسانیت دوستی کی دھڑکن جاری کی گئی۔ نفرت کی آواز لگانے والوں کے ہونٹوں سے بانسری چھین لی گئی، بانسری کو توڑا نہیں گیا بلکہ سُر بدل دیا گیا اور نفرت کے بجائے محبت کا نغمہ سنایا گیا نغمہ بدلا سُر بدلا بات بن گئی۔ کشمکش ختم ہوئی، پرانی منطق خاموش کر دی گئی اور عبد و معبود کے درمیان عبودیت کا ٹوٹا ہوا رشتہ از سر نو قائم ہو گیا بے خدا عوام کو خدا مل گیا اور یہ سب کچھ اس وقت ہوا جب نبی برحق عام انسانوں کو مل گیا۔

آدمی اور خدا کے درمیان میثاق محبت کی تجدید ہو گئی۔ خدائی ابر کرم زمین کی سوکھی کھیتیوں پر ایسا ٹوٹ کر برسا کہ آجتک رحمت کی ایسی گھٹا پھر نہیں دیکھی گئی۔ عرفان خداوندی، نور یزدانی، کشادہ شریعت، عطیات و حسنات الٰہیہ، زندگی کی پاکیزگی، مفتاح ذکر اللہ، عشق الٰہی کی خلش، سوز و محبت انسانیت، گداز

دین حق کی خوشبو اصحاب سیدھا اور سچا راستۂ حق۔ ترو تازہ ایمان باللہ اور نور حق کی چاندنی سے آدم کا سارا کنبہ مستفیض ہوا۔ یہ فیض عام کچھ ایسا کھلا ہوا ہے کہ آج بھی کسی پر پابندی نہیں۔ بس جب جس کا جی چاہے کتاب ہدایت کھول کر بیٹھ جائے۔ سبق پالے گا۔

لیکن ہاں اس نعمت اور عطیہ ربانی کو پا لینے کے لئے بنی آدم کو کچھ آزمائشوں میں سے بھی گذرنا ہو گا۔ آدمیت کی کشتی سخت بھنور میں لانے کے لئے باطل کوشاں ہو گا۔ طالبین خدا پر پھر دنیا ایک بار تنگ ہو گی۔ مومن کچھ بے آرام ہو گا۔ طاغوتی طاقتیں مومن کو دبانے کے لئے بل کھائیں گی مگر یہ کبھی نہ ہو گا کہ مومن نصرت اللہ سے محروم ہو۔ بلکہ نور کا تڑکا چمک اٹھے گا۔ قوت جہانگیری کو شرم آئے ایسی طاقت کا حصول مومن کو ہو جائے گا۔ چلتی ہوئی تلواروں کے بیچ مومن سلامت سے گذر جائے گا۔ شرط یہ ہے کہ قطب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اور پکا پیروکار ہو کر میدان میں کھڑا رہے۔

منی آرڈر کوپن پر پتہ صاف اور خوشخط تحریر کریں نیز حوالہ خریداری نمبر ضرور تحریر کریں۔ (منیجر)

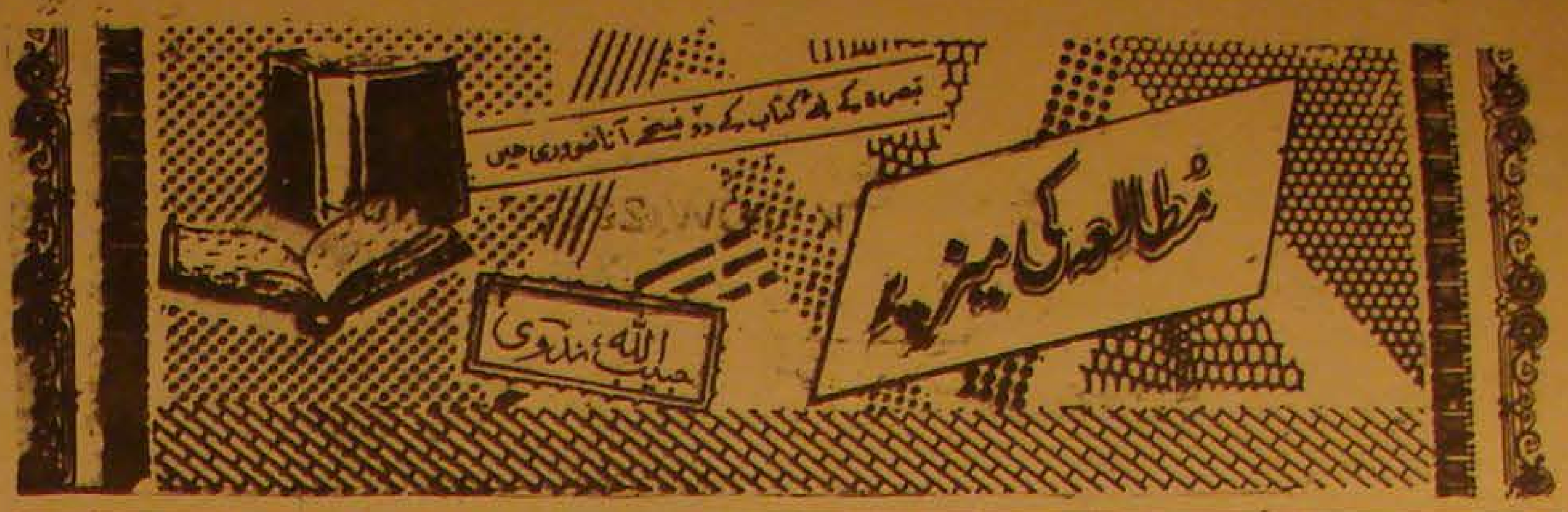

تاریخ میلاد

مؤلفہ حافظ حکیم عبدالشکور صاحب مرزا پوری مرحوم

تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۲۰۶ قیمت پانچ روپے

ناشر: کتب خانہ الفرقان۔ ۳۱ نیا گاؤں مغربی۔ لکھنؤ

جو فروعی اور غیر ضروری مسائل، مسلمانوں کے باہمی جدل و نزاع اور مناظرہ و مباحثہ کا موضوع بنے ہوئے ہیں اور جن کے رد و اثبات میں علماء کی بہترین صلاحیتیں اور وقت صرف ہو رہے ہیں، انھیں مسائل میں ایک مسئلہ "میلاد" اور بوقت ذکر ولادت "قیام" کا بھی ہے۔ علماء سے لیکر عوام تک اس میں اُلجھے ہوئے اور ایک دوسرے لوگ دوسرے لوگوں کے نزدیک یہ باعث گناہ اور ناجائز ہے۔

زیر تبصرہ کتاب "تاریخ میلاد" اس مسئلہ کی توضیح و تنقیح کے لئے آج سے نصف صدی پہلے جناب مولوی حکیم عبدالشکور صاحب مرزا پوری نے لکھی تھی اور کتاب کتبخانہ الفرقان سے شائع ہوئی تھی۔ اب نظر ثانی کے بعد اس کا دوسرا مجلد اڈیشن خوبصورت ٹائٹل کیساتھ شائع ہوا ہے۔

کتاب چار عناوین "میلاد، مجلس میلاد میں ترقیاں و تبدیلیاں، قیام، قیام میں تبدیلیاں و ترقیاں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ جس میں تفصیل سے میلاد و قیام کی تاریخ، اس کی ابتداء، ابتداء کے اسباب و عوامل، موجد و مروج کی شخصیت اور ان لوگوں کے حالات، عہد بر عہد ان میں ترقی و تبدیلی، نئے نئے افکار و عقائد کی آمیزش، مختلف زمانوں اور ملکوں میں علماء کی اس کے بارے میں رائیں اور فتاوے۔ اور میلاد و قیام کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ نفس میلاد یا نفس قیام میں کوئی قباحت نہیں۔ البتہ ان سے متعلق طریقے، رسوم اسباب، نظریات، عقائد اور متبعین و مجوزین کے غلو اور مشرکانہ خیالات و افکار کی وجہ سے یقیناً اب یہ عمل باطل اور باعث گناہ۔

خاتمہ میں مصنف نے تجزیہ کرتے ہوئے اپنی رائے ظاہر کی ہے کہ میلاد کا یکسر خاتمہ ممکن نہیں، اس طرح عوام کو اس باب میں شتر بے مہار چھوڑ دینا بھی مناسب نہیں۔ ضرورت ہے کہ اس کی بھرپور اصلاح کر دی جائے۔

کتاب وقیع، جامع اور اپنے موضوع میں مکمل ہے۔ خلوص اور نیک خواہشات کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ جدلی و مناظرانہ اسلوب سے پرہیز کیا گیا ہے۔ اور اس مسئلہ میں کافی وسیع مضامین اور مواد جمع کر دیے گئے ہیں، ترتیب و تجزیہ عالمانہ اور عمدہ ہے جس سے معاملہ کا حقیقی روپ اور صحیح رخ سامنے آتا ہے۔

طباعت ناقص ہے اور جگہ جگہ سے حروف مٹے ہوئے ہیں۔

وصایا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی

مرتبہ: مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات: ۵۲ قیمت: ایک روپیہ ۲۵ پیسے کتابت طباعت اوسط

ناشر: کتب خانہ الفرقان ۔ ۳۱ نیا گاؤں مغربی۔ لکھنؤ

شیخ شہاب الدین سہروردی، چھٹی صدی ہجری کے ایک عارف باللہ، کامل بزرگ، شیخ الشیوخ اور عالم ربانی تھے۔ اپنے وقت کے امام طریقت، پیشوائے راہ سلوک اور تصوف کے سلسلہ سہروردیہ کے بانی و سالار قافلہ تھے تصوف کے علوم و معارف اور طریقت کے رموز و نکات پر آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ خصوصاً عوارف المعارف" تو سالکین کے لئے قندیل رہبری ہے۔

زیر نظر کتاب، انھیں بزرگ کے نصائح کا مجموعہ ہے، یہ تو وصایا ہیں جو انھوں نے مختلف اوقات میں متعدد لوگوں کو لکھے تھے، اس کے علاوہ ان کے ملفوظات کے کچھ اقتباسات آخر کتاب میں درج ہیں۔ کتاب کی ابتداء میں مختصر حالات زندگی بتائے گئے ہیں۔

یہ وصایا تقویٰ، استقامت، احتساب نفس، توبہ و تقرب الی اللہ زہد عن الدنیا، حقوق العباد اور ذکر و مراقبہ کے مضامین پر مشتمل ہیں ساتھ ہی سالک کے لئے ہدایات دئے گئے ہیں اور اس کے فرائض کی تلقین کی گئی ہے۔ ان وصایا میں بڑی دلآویزی اور کشش، سوز دروں اور بلند خیالیاں ہیں، یہ بلاکشان راہ محبت کے لئے بہترین زاد راہ اور مسلمانوں کیلئے راہ عمل ہیں۔

ابن الفارض

نام کتاب: ابن الفارض مصنف: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ

صفحات: ۲۲۵ کاغذ و طباعت معیاری ٹائپ پر

ناشر: ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

یوں تو فارسی کے مقابلہ میں عربی صوفیانہ شاعری کم ہے۔ لیکن جو ہے وہ معتد بہ ہے مگر اُردو میں اس پر کام نہیں کے برابر ہے۔ بلکہ اس موضوع پر کسی مستقل کتاب سے تو اردو کا دامن خالی ہی ہے۔ ضرورت تھی کہ اس فن کے صاحب کمال شہسواروں کا تعارف کرایا جائے اور عربی کی معیاری صوفیانہ شاعری کو اردو شناسوں تک پہونچایا جائے۔ جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب نے اس کی طرف توجہ کی اور زیر نظر کتاب اسی کمی کو پوری کرنے کے لئے لکھی۔ جو بلاشبہ عربی صوفیانہ شاعری کو اردو میں منتقل کرنے کی طرف ایک مستحسن اقدام ہے۔

یہ کتاب ساتویں صدی ہجری کے ایک باکمال بزرگ، عربی صوفی شاعر، شیخ شرف الدین عمر بن الفارض کی سوانح زندگی، اور ان کی صوفیانہ شاعری و نظریات کی تشریح و توضیح ہے، کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ ابتدائی دو ابواب میں شیخ کے حالات زندگی اور اخلاق و عادات بیان کئے گئے ہیں۔ تیسرا چوتھا اور پانچواں باب ان کی شاعری، شاعرانہ خصوصیات اور کلام کے موضوعات و مباحث سے متعلق ہے۔ چھٹے باب میں ان کے صوفیانہ افکار و احوال کی تشریح و توضیح ہے۔ کتاب کے شروع میں پروفیسر عبدالعلیم صاحب سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کا پیش لفظ ہے۔

شیخ ابن الفارض کا زمانہ عربی تصوف کے ارتقاء کا زمانہ تھا۔ اس دور میں مشہور صوفی شیخ ابن العربی بھی تھے جو تصوف کے امام و مقتدیٰ تصور کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے علوم تصوف اور صوفیانہ نظریات و افکار پر کتابیں بھی لکھی ہیں۔ دونوں شیوخ میں ملاقات ثابت نہیں ہے۔ شیخ ابن الفارض کا شمار مصر کے مشائخ کبار میں ہوتا ہے، وہ صاحب دل صوفی صاحب حال بزرگ اور کامل ولی اللہ ہونے کے ساتھ ایک باکمال و قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ انہوں نے اپنے احوال و کیفیات اور صوفیانہ نظریات و خیالات کی تعبیر کے لئے شعر کی زمین کو اختیار کیا۔ عربی صوفیانہ شاعری میں شیخ کی حیثیت بہت ممتاز ہے وہ نہ صرف اپنے عصر کے امام تھے بلکہ ان کو عربی تصوف کے شاعر اعظم ہونے کا فخر حاصل ہے۔ عربی میں ان کا وہی مرتبہ ہے جو فارسی میں رومی و عطار کا ہے۔

کتاب میں زیادہ تر بحث شیخ کی شاعری اور تصوف پر ہے۔ ان کے کلام کی روشنی میں متعدد موضوع اور عناوین پر الگ الگ کلام کیا گیا ہے۔ زبان و بیان عمدہ و معیاری ہے۔ اردو دانوں کے لئے عربی صوفیانہ شاعری سے تعارف کے لئے ایک مستحسن اقدام اور کامیاب کوشش ہے اشعار کی ترجمانی میں ترجمے کے ساتھ جگہ جگہ اردو شاعری اور اساتذہ کے کلام سے استفادہ کیا گیا ہے جس سے کتاب کی افادیت اور خوبی میں اضافہ ہو گیا ہے۔

پرنٹر، پبلشر، مسئول سید محمد حسنی نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کر دفتر "تعمیر حیات" ندوہ لکھنؤ سے شائع کیا۔

اڈیٹر: اسحٰق جلیس ندوی

محسنِ انسانیت نے فرمایا

انسان بڑی مشکل سے کامل انسان بنتا ہے اس کو ضائع کر دینا صرف اپنی قوم کا نقصان نہیں بلکہ عالم انسانیت کا نقصان ہے۔

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
انما الناس کالابل المائۃ لا تکاد تجد فیہا راحلۃ متفق علیہ

(حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے سو اونٹ کہ ان میں سواری کے لئے سانڈنی بمشکل ایک ملتی ہے (بقیہ سب لدو ہوتے ہیں یعنی بوجھ اٹھانے کے کام کے)

شرح: تاریخ اس پر شاہد ہے کہ اسلام سے قبل انسان کی کوئی قیمت نہ تھی، جنگ و جدل، آبرو ریزی و خون ریزی ہی ان کے قابل فخر اور مایہ ناز کارنامے تھے ان کے نزدیک کسی قابل قدر انسان کو ذرا سی بات پر قتل کر ڈالنا ہی اس کی بڑی قدر دانی تھی، چنانچہ خوشی اور میلوں میں جب کبھی وہ اپنے فخریہ کارنامے بیان کرتے تو انہی انسانیت سوز حرکات کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ رہ گئی غریب عورت تو اس کا تو وجود ہی ان کے عقیدہ میں باعث ننگ و عار تھا حتی کہ ایک شفیق باپ اپنی لخت جگر لڑکی کو اپنے ہاتھوں اسی لئے جب تک زندہ درگور نہ کر لیتا اس وقت تک اطمینان کے سانس نہ لیتا تھا لیکن جب اسلام آیا تو اس نے انسان کو انسان کی قیمت سے پہلی بار روشناس کرایا۔

اب ذرا سوچیے کہ ماحول کیا ہے اور مسئلہ کتنا کٹھن ہے، لیکن آنحضرتؐ کا طرز تفہیم کتنا موثر اور دلوں میں اُتر جانے والا تھا یعنی یہ کہ تم اونٹ کی قیمت تو جانتے ہی ہو اس پر کبھی کبھی ذرا سی دیر میں قبیلے کے قبیلے کٹ مرتے ہیں۔ پھر ان میں سانڈنی کی قیمت جاننے والا تم سے بڑھ کر اور کون ہوگا۔ سن لو کہ عام انسان اونٹوں سے کم نہیں۔ اور جو ان میں لائق افراد ہیں وہ ایک سانڈنی کی قیمت سے کم نہیں، جس طرح ایک سانڈنی سینکڑوں اونٹوں میں بمشکل دستیاب ہوتی ہے اسی طرح ایک لائق انسان کہیں مدتوں میں جا کر لائق بنتا ہے اس کی قدر دانی کرنی انسانیت کا شرف ہے اور ذرا سی بات پر اس کو قتل کر ڈالنا یہ شرف نہیں انسانیت پر بڑا داغ ہے۔

ایک مرتبہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کیا گیا کہ سب سے بہتر انسان کون ہے، آپ نے جو جواب اس کا ارشاد فرمایا، وہ گو بہت سادہ تھا مگر بڑا فلسفیانہ بھی تھا مختصر الفاظ میں آپ کے جواب کا حاصل یہ تھا کہ انسانوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے سونے چاندی کی کانوں کی عمدہ کان سے جو سونا برآمد ہوتا ہے صاف ہونے کے بعد وہی بڑھیا کہلاتا ہے اور اسی طرح اس کا عکس، تم اسی پر انسانوں کو قیاس کر لو کہ اسلام میں سب سے زیادہ بہتر وہی ہے جو زمانۂ کفر میں تم میں سب سے بہتر شمار ہوتا تھا، اسی لئے آپ کی دعا یہ تھی کہ الٰہی اسلام کو عزت دے یا عمر کو اسلام کی توفیق بخش کر یا ابو جہل کو، اب آگے یہ کام قدرت کا تھا کہ وہ اس سعادت کے لئے کس کا انتخاب کرتی ہے۔

پھر اس کے بعد عنقریب ہی وہ دعا حضرت عمرؓ کے لئے مستجاب ہوئی اور سب کو معلوم ہے کہ اس کے بعد فوراً اسلام کے ضعف و ناتوانی کا نقشہ کتنا جلد قوت و شوکت کے ساتھ بدل گیا، عمر فاروقؓ کو دنیا جانتی ہے لیکن ان کے علاوہ اسلام کے میدان میں دوسرے شہسواروں کی بھی کچھ کمی نہ تھی، خالد بن ولیدؓ، ابو سفیانؓ، ثمامہؓ اور ان جیسے اور بڑے مشاہیر بھی موجود تھے جن سے اسلام کو سخت سے سخت نقصانات پہونچے، لیکن کبھی آپ نے اس کا وسوسہ بھی نہیں کیا کہ ان کے قتل کے متعلق کوئی بھی سازش تیار کی جائے، نتیجہ یہ نکلا کہ یہ سب قیمتی افراد ایک دن اسلام کے لئے انتہائی قابل فخر ثابت ہوئے اور بڑی بڑی فتوحات کے مالک بنے، اس جگہ اس تاریخ کو پھیلانا منظور نہیں لیکن حضرت وحشیؓ کا قصہ ذکر کئے بغیر قلم نہیں رُک سکتا، جنھوں نے زمانۂ کفر میں سیدنا حمزہؓ جیسی قیمتی شخصیت کو بڑی بے رحمی سے قتل کیا، لیکن اپنے اس محبوب چچا کے انتقام لینے کے لئے بھی آپؐ نے کبھی ارادہ نہیں فرمایا، حتیٰ کہ وہ مشرف باسلام ہوئے اور آپ کے دامن عفو میں ان کو بھی پناہ مل گئی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہی تھے جنھوں نے مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کو قتل کیا اور وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح زمانۂ کفر میں میں نے بہترین شخصیت کو قتل کیا تھا اسی طرح اسلام لانے کے بعد میں نے ایک بدترین شخص کو قتل کر کے اس کی کچھ نہ کچھ تلافی کر دی ہے افراد کا تو ذکر کیا ہے، فتح مکہ کے بعد آپ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ جس فیاضانہ طریقہ پر عفو عام کا اعلان کیا اس طرح کی مثال ملنی مشکل ہے، خود آپ کے بیان کے بموجب جو سب سے تنگ وقت آپ کی زندگی میں آیا اور پر گذرا ہے وہ طائف کا دن تھا جب کہ آپ نے اہل مکہ سے مایوس ہو کر طائف کا اس امید پر رُخ کیا کہ شاید وہ آپ کی دعوت کو قبول کر لیں، لیکن انہوں نے جس بے رحمانہ انداز میں آپ کو جواب دیا اس کی امید جاہل کو ہو سکتی تھی، اس مایوسی پر مایوسی اور ناکامی پر ناکامی سے جو کوہ غم آپ پر ٹوٹا اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ آپ کی اس شکستہ دلی کا سماں دیکھ کر عالم بالا سے ان فرشتوں کے نام جو پہاڑوں کے نظام کے لئے مقرر ہیں یہ پیغام پہونچا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جو آپ کا حکم ہو اس کی تعمیل کریں، چنانچہ وہ فرشتہ حاضر ہوا اور آداب نبوت بجا لا کر اس نے یہ عرض کی کہ حکم ہو تو ان دو پہاڑوں کو جن کے درمیان یہ بستی واقع ہے ملا کر کچل ڈالوں؟ لیکن انسانیت کے اس سب سے بڑے قدر دان نے اس حالت میں بھی جو جواب دیا وہ رحمۃ للعالمین کے سوا کسی سے ممکن نہ تھا، آپ نے فرمایا نہیں نہیں ایسا مت کرو، کیونکہ عجب نہیں کہ اگر آج نہیں تو کل ان میں کچھ ہونہار ایسے پیدا ہو جائیں جو اللہ کی توحید کا کلمہ بلند کریں۔

محض زبانی طور پر چند کلمات ادا کر دینا اور بات ہے لیکن اپنے دشمنوں کے ساتھ عملاً اتنی قدر دانی کا سلوک کرنا یہ کم معجزہ نہیں۔ آپ جانتے تھے کہ اگر قریش جیسے اہل شرف قتل کر ڈالے گئے تو پھر اسلام اگر اپنے اطراف و جوانب میں پھیلا بھی تو کیا، اور اگر یہ اصحاب شرف اسلام میں داخل ہو گئے تو دوسرے لوگ خود بخود فطری طریقہ پر رام ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے۔

اسی عفو عام پر آپ کے مشن کی کامیابی کا مدار منحصر تھا جس کو تیرہ سو سال بعد ابھی تھوڑا عرصہ ہوا ہے جس کو کوئی سرگنیڈی اور سر خروشیف سمجھے ہیں پہلے دونوں نے مل کر عالم کی بربادی کے آلات تیار کئے لیکن چونکہ ابھی عالم تقدیر میں دنیا کی کچھ عمر باقی تھی اس لئے اچانک یہ بات دماغوں میں پیدا ہو گئی کہ اگر بالفرض دنیا کے اکثر لائق افراد فنا کے گھاٹ اُتر گئے تو پھر کس پر حکومت کرکے بھی کیا ہوگا، یہ بات دوسری ہے کہ ایک جماعت نے اس کو سر کینیڈی کے عزم کا نتیجہ سمجھا اور دوسری جماعت نے سر خروشچوف کے ہوش و حزم کا، لیکن بانیٔ اسلام تیرہ سو سال قبل اسی بات کو اپنے قول و عمل سے واضح فرما چکے تھے۔

کم از کم مسلمانوں کا یہ فرض تھا کہ وہ حدیثوں کو عقیدت اور حقیقت کی نظر سے پڑھتے، تو ان کی کوئی مشکل ایسی نہ تھی جو آسان نہ ہو چکی ہوتی، لیکن اس کا گلہ کس سے کیا جائے کہ وہ دوسروں کی اتباع و محبت میں اتنے ڈوب چکے ہیں کہ اپنے مذہب کی تعلیم کی طرف نظر اٹھانا بھی پسند نہیں کرتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایک اور ندوی چراغ گل ہو گیا

ندوی برادران کے لئے خصوصاً اور علمی و ادبی حلقہ میں عموماً یہ خبر نہایت رنج و غم سے سنی جائے گی کہ مالیگاؤں میں اپنا مستقل قیام رکھنے والے ایک دیرینہ ندوی شخصیت حضرت مولانا سید محمد ایوب ندوی کا ۷۸ سال کی عمر میں ۲۵ جون سنہ ۸۰ء بروز جمعہ بجے دن ڈاکٹر کے یہاں وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مالیگاؤں میں بحیثیت ہیڈ مولوی گورنمنٹ اسکول تشریف لائے تھے جہاں تادم مرگ مقیم رہے۔ ملازمت سے سبکدوش ہو گئے تھے آپ سرزمین مالیگاؤں کو تقریباً ۵۰ برسوں تک اپنے علمی و دینی فیوض سے نوازتے رہے۔ موصوف عالم باعمل، نہایت خوش وضع اور پروقار شخصیت کے مالک تھے گذشتہ ایک سال سے صحت کی خرابی کا سلسلہ چل رہا تھا لیکن وصال کے وقت تک لوگوں سے گفتگو کرتے اور ان کو شناخت کرتے رہے۔

انتقال کی خبر پاکر پورا شہر سوگوار ہو گیا۔ نماز جنازہ چوک بازار مسجد کے امام جناب مولانا حافظ قاری حسین احمد قادری نے پڑھائی۔ جنازہ میں شرکت کے لئے پورا شہر ٹوٹ پڑا ۔ ۵ بجے شام کو شہر کے عام قبرستان میں حضرت مولانا سید عبدالقیوم ندوی شمسی مرحوم کے بغل میں سپرد خاک کیا گیا۔

مرحوم کے وارثان میں صرف ایک صاحبزادے جناب پروفیسر ڈاکٹر شبیر ندوی اردو لکچرر جی ایل ۔ ای کالج مالیگاؤں ہیں۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کی روح کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور متوسلین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین